ماہنامہ

اعلیٰ حضرت

بریلی شریف

جمادی الآخرہ/رجب ۱۴۴۵ھ

جنوری/فروری ۲۰۲۴ء

مدیر اعلیٰ

(مولانا) محمد سبحان رضا خان "سبحانی میاں"

گوشہ ادارت

۱۔ کلام الامام امام الکلام
۲۔ پیغام
۳۔ فلسطینیوں کے عزم واستقلال اور جرأت مومنانہ کو سلام

مستقل کالم

۱۔ باب التفسیر
۲۔ باب الحدیث
۳۔ فتاویٰ منظر اسلام

خوان مضامین

۱۔ انقلاب ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد اور علما وعوام کی کامیاب اثر انگیزی
۲۔ غریب نواز پر الزام تراشی۔ سازش پرانی اور تیاری پوری
۳۔ تبلیغ اسلام
۴۔ سرزمین ہند پر شافعی اور غیر شرعی قاضیوں کے فیصلے۔ ایک فقہی تجزیہ
۵۔ مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے چند اہم اسباب
۶۔ اعلیٰ حضرت کا پیغام واعظین اسلام کے نام
۷۔ ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء کے اسلامی تاریخی نام
۸۔ فلسطین و اسرائیل جنگ۔ پس منظر اور موجودہ حالات
۹۔ حضرت مخدوم علی مہائمی کی فقہی وروحانی خدمات
۱۰۔ قرآن کریم اور ذکر رسول کائنات
۱۱۔ سلطان الہند کی حیات مبارکہ کے خوشنما پہلو
۱۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا قابل تکفیر جرم
۱۳۔ عفت و پاکدامنی اور پردہ۔ عورت کی فطری ضرورت
۱۴۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے

قوم کے نام ایک مخلصانہ پیغام

حامداً و مصلیا و مسلما!

اس وقت ہندوستان کے مسلم مخالف حالات سبھی کے سامنے بالکل ظاہر و باہر ہیں، ہر آنے والا دن یہاں کے مسلمانوں کے لیے سخت ترین تکالیف، مصائب، آزمائش اور مشکلات لے کر آرہا ہے۔ اب تک ہماری جان، مال، عزت و آبرو اور ہمارے مقامات مقدسہ کو نقصان پہنچایا جارہا تھا۔ مگر اب براہ راست ہمارے دین و مذہب اور ہماری شریعت پر حملے کر کے ہمارے دینی و مذہبی جذبات کو سخت قسم کی ٹھیس پہنچائی جارہی ہے۔ مسلمانوں کو دینی و مذہبی اور دنیوی ہر طرح کا نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ بلکہ اب تو نہایت منصوبہ بندی کے ساتھ ہندوستانی مسلمانوں کو لادینیت اور مشرکانہ رسم و رواج کی بھٹی میں جھونکنے کی برابر کوششیں کی جارہی ہیں۔ تشویش کی بات تو یہ ہے کہ اسلام مخالف، مسلمان مخالف اور شریعت مخالف یہ تمام شاطرانہ منصوبہ بندیاں ملکی سسٹم پر قابض دنیوی طاقت و اقتدار کے نشے میں چور افراد کی سرپرستی و سربراہی میں انجام پارہی ہیں۔

ہماری مسجدوں، ہمارے جلسوں، ہمارے اداروں اور ہمارے معاشرہ پر خفیہ ایجنسیوں کے ذریعہ سخت ترین نگرانی کرائی جارہی ہے۔ ہم کیا بول رہے ہیں، کیا لکھ رہے ہیں، کیا تقریریں کر رہے ہیں، کیا باتیں کر رہے ہیں، اپنی جان و مال اور دین و مذہب کے تحفظ کے لیے کیا اقدام کر رہے ہیں ان سب پر حکومت کی ماتحت خفیہ ایجنسیوں کی نہایت گہری نگاہیں مرکوز ہیں۔ دوسری طرف ملک کے اکثریتی طبقہ سے تعلق رکھنے والے جنونی اور مسلمانوں سے سخت ترین بغض و عناد رکھنے والے متعصب افراد ہیں جو بسوں میں، ٹرینوں میں، عوامی جگہوں پر، روڈوں پر، سڑکوں پر، بستیوں میں، محلوں میں اور بازاروں میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات بھڑکانے کی پے در پے مذموم کوششیں کر رہے ہیں کہ مسلمان اپنی مدافعت میں کچھ کہیں یا بولیں تو انہیں فتنہ و فساد برپا کرنے کا موقع مل جائے۔ لڑائی جھگڑا کرنے کا بہانہ ہاتھ آجائے۔ اسی طرح مسلمانوں کو جھوٹے مقدموں میں پھسانے اور پولیس کے ذریعہ انہیں برباد کرنے کی بھی مسلسل کوششیں کی جارہی ہیں۔

ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری اپنی قوم سے یہ اپیل ہے کہ انتہائی صبر و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے دانشمندی کے ساتھ مسلم مخالف حالات کے تانوں بانوں میں الجھنے سے حتی الامکان پرہیز کریں۔ جہاں بھی ان جنونیوں کے جلوس نکلتے ہوں وہاں سے دور رہیں، اگر یہ آپ سے الجھنے، بحث کرنے، لڑنے جھگڑنے اور مار پیٹ کرنے کی کوشش کریں تو حکمت عملی کے ساتھ وہاں سے ہٹ جائیں۔ ممکن ہو تو خاموشی کے ساتھ مناسب قانونی چارہ جوئی کریں۔ غرض کہ کسی بھی طرح ان کی سازشوں اور منصوبہ بندیوں کا اپنے آپ کو اور اپنے معاشرے کو شکار نہ بننے دیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے دین و مذہب اور اپنی شریعت پر سختی کے ساتھ قائم رہیں کہ بحیثیت مسلمان، مسلمانوں کے لے یہی نجات کی راہ ہے اور یہی فلاح و کامیابی کی شاہراہ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دین و ایمان، ہماری شریعت اور ہماری قوم کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا خاں سبحانی غفرلہ

United
PRINTERS BAREILLY
(M) 9319623803, 9548639384

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: امام اہلسنت، مجدد دین وملت سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ العزیز

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

بفیض رحانی
حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ
محمد حامد رضا قادری
علیہ الرحمہ

بانی رسالہ
مفسر اعظم حضرت علامہ
محمد ابراہیم رضا قادری
"جیلانی میاں" علیہ الرحمہ

سرپرست روحانی
احسن العلماء حضرت علامہ
سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں
علیہ الرحمہ
مارہرہ شریف

بفیض کرم
مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری
علیہ الرحمہ

زیر سایہ کرم
ریحان ملت حضرت علامہ شاہ
محمد ریحان رضا نوری قادری
علیہ الرحمہ

جلد نمبر ۶۴ رشمارہ نمبر ۱،۲

جمادی الآخرہ ر رجب ۱۴۴۵ھ
جنوری ر فروری ۲۰۲۴ء
Jan, Feb 2024

مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادۂ ریحان ملت، حضرت مولانا الحاج الشاہ
محمد سبحان رضا قادری "سبحانی میاں" مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نائب مدیر اعلیٰ
نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج
محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف

مجلس مشاورت
حضرت مفتی محمد شمیم اشرف ازہری خطیب اعظم ماریشس
حضرت مولانا ازہر القادری صاحب لندن
حضرت مولانا صفی احمد صاحب رضوی انگلینڈ
حضرت مولانا محمد فروغ القادری صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا محمد محسن صاحب انگلینڈ
حضرت مولانا محمد مسعود خوشتر صاحب ماریشس
حضرت مولانا عبد الجبار صاحب رحمانی پاکستان
حضرت مولانا قاری غلام محی الدین صاحب انگلینڈ
عالی جناب محترم طارق بھٹی صاحب موریشس
عالی جناب الحاج نوشاد علی جواتا، ماریشس

مجلس ادارت
مدیر	حضرت علامہ قاری عبد الرحمٰن خان قادری بریلوی
مدیر اعزازی	حضرت مفتی محمد سلیم بریلوی
مدیر معاون	حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی کٹیہاری
مرتب	حضرت مفتی محمد انور علی رضوی بہرائچی
تزئین کار	جناب ماسٹر محمد زبیر رضا خاں بریلوی
کمپوزنگ	جناب مرزا توحید بیگ رضوی

کلام الامام - امام الکلام

اہل صراط روحِ امیں کو خبر کریں
جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں
ان فتنہ ہائے حشر سے کہہ دو حذر کریں
نازوں کے پالے آتے ہیں رہ سے گزر کریں
بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں
سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا حضور! اپنے کرم پر نظر کریں
اُن کی حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لیے
آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کریں
جالوں پہ جال پڑ گئے للہ! وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں
منزل کڑی ہے شانِ تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں
کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پا جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کردی جائیگی۔

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
ماہنامہ اعلیٰ حضرت
۸۴ ر سوداگران بریلی شریف

Monthly Alahazrat
84, Saudagran, Bareilly Sharif
Pin-243003
Contact No.
(+91)-0581- 2575683,
2555624 (Fax) 2574627
(Mob) (+91)-9359103539
E-mail:mahanamaalahazrat@gmail.com
E-mail:subhanimian@yahoo.co.in

ماہنامہ اعلیٰ حضرت انٹرنیٹ پر پڑھنے کے لئے
visit us: www.aalahazrat.in

چیک یا ڈرافٹ بنام
MAHNAMA ALA HAZRAT
A/c No.
0043002100043696
Punjab National Bank Civil Lines Bareilly

زر سالانہ ممبر شپ

فی شمارہ:	35/-
زر سالانہ:	350/-
بیرون ملک:	35$ رامریکی ڈالر

کسی بھی قسم کی قانونی چارہ جوئی بریلی کورٹ ہی میں قابل سماعت ہوگی (ادارہ)

پرنٹر، پبلیشر، پروپرائٹر اور ایڈیٹر **"مولانا سبحان رضا خاں"** نے رضا برقی پریس بریلی سے چھپواکر دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت سوداگران بریلی شریف سے شائع کیا

نوٹ: ادارہ کا مراسلہ نگار کی تحریر یا مضمون سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

گوشہ ادارت

۱۔کلام الامام امام الکلام	حسان الہند امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ	۳
۲۔پیغام	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۲
۳۔فلسطینیوں کے عزم واستقلال اور جرأت مومنانہ کو سلام	اداریہ از قلم مدیر اعزازی محمد سلیم بریلوی	۵

مستقل کالم

۱۔باب التفسیر	مولانا ابرار الحق رحمانی	۱۱
۲۔باب الحدیث	حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں	۱۲
۳۔فتاویٰ منظر اسلام	حضرت علامہ مفتی محمد احسن رضا قادری	۱۳

خوان مضامین

۱۔انقلاب ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد اور علما و عوام کی کامیاب اثر انگیزی	مولانا شہاب الدین رضوی	۱۵
۲۔غریب نواز پر الزام تراشی۔سازش پرانی اور تیاری پوری	مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی	۲۳
۳۔تبلیغ اسلام	تاج العلماء حضرت علامہ مفتی سید محمد میاں برکاتی	۲۸
۴۔سرزمین ہند پر شافعی اور غیر شرعی قاضیوں کے فیصلے۔ایک فقہی تجزیہ	مولانا عبد القادر رضوی	۳۳
۵۔مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے چند اہم اسباب	حافظ عبد الرشید قادری	۳۹
۶۔اعلیٰ حضرت کا پیغام واعظین اسلام کے نام	ادارہ	۴۱
۷۔۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء کے اسلامی تاریخی نام	مولانا انور علی رضوی	۴۲
۸۔فلسطین و اسرائیل جنگ۔پس منظر اور موجودہ حالات	مولانا طارق انور مصباحی	۴۳
۹۔حضرت مخدوم علی مہائمی کی فقہی و روحانی خدمات	مولانا غلام مصطفیٰ رضوی	۵۰
۱۰۔قرآن کریم اور ذکر رسول کائنات	علامہ محمد احمد مصباحی	۵۳
۱۱۔سلطان الہند کی حیات مبارکہ کے خوشنما پہلو	حافظ افتخار احمد قادری	۶۱
۱۲۔مرزا غلام احمد قادیانی کا قابل تکفیر جرم	ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی	۶۴
۱۳۔عفت و پاکدامنی اور پردہ۔عورت کی فطری ضرورت	مولانا محمد قمر انجم فیضی	۷۲
۱۴۔بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے	مولانا محمد فداء المصطفیٰ گیاوی	۷۶

نعت و منقبت

۱۔استغاثۂ مبارکہ بحضور سرکار غوثیت مدار (منقبت)	سرکار تاج العلماء مارہروی	۲۶
۲۔منقبت در شان خاتم الاکابر	حضور حجۃ الاسلام بریلوی	۲۷
۳۔کرامات غوث اعظم	مولانا سلمان فریدی	۵۲

خبریں

۱۔آہ! مفتی محمد اطہر نعیمی وصال فرما گئے	محمد سلیم بریلوی	۲۲
۲۔آہ! شہزادۂ برہان ملت نہ رہے	محمد سلیم بریلوی	۸۱

فلسطینیوں کے عزم واستقلال اور جرأت مومنانہ کو سلام

اداریہ:- مفتی محمد سلیم بریلوی، مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت، استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

فلسطینیوں کا حوصلہ: تقریباً ڈھائی ماہ ہونے کو آئے کہ اسرائیلی فوجیں برابر فلسطین کے مسلمانوں پر جارحانہ انداز میں فوجی وعسکری کاروائیاں کر رہی ہیں۔ ۳۰؍ہزار سے زائد مسلمانوں کو اسرائیلی فوجیں موت کے گھاٹ اتار چکی ہیں۔ ہر دن غزہ کے بچے، بوڑھے، نوجوان اور مرد وعورت اسرائیلی توپوں، بموں اور گولیوں کا شکار بن رہے ہیں۔ اسکولوں، اسپتالوں، پناہ گزیں کیمپوں، مسجدوں، مدرسوں اور جنگلوں میں پناہ لینے والوں تک کو اسرائیلی فوجیں بخش نہیں رہی ہیں۔ ہر طرف لاشوں کا انبار، ہر جگہ زخمیوں کی آہ وبکا اور ہر چہار جانب تباہی وبربادی کے گہرے نشانات۔ ان ڈھائی مہینوں میں تقریباً پورا غزہ ہی کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ بڑی بڑی عمارتیں زمیں بوس نظر آ رہی ہیں۔ بستی کی بستیاں اجڑی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ ہر طرف اسرائیلی فوج کے ٹینک اور فوجی گاڑیاں دندناتی پھر رہی ہیں۔ ہر جانب موت اپنا خونی چنگل پھیلائے ہوئے ہے۔ غزہ کی ۸۰؍فیصد آبادی بے گھر ہو کر بے سروسامانی کے عالم میں مصری سرحد کے قریب کھلے آسمان تلے زندگی کی آخری سانسیں گن رہی ہے۔ سسکتی زندگی، اپنوں کے مارے جانے کا غم، یتیم بچوں کی مایوس نگاہیں، بیواؤں کی چیخیں، بال بچوں کے بچھڑ جانے کا دکھ، کھانے پینے کی اشیاء سے محرومی یہ وہ تمام ہولناک مناظر ہیں کہ جو غزہ سے جان بچا کر ''رفح کراسنگ'' کے آس پاس بے یار ومددگار رہ رہے فلسطینیوں کی صورتوں میں دکھائی پڑ رہے ہیں۔ اس کے باوجود پھر بھی نہ جانے کیوں ان کی ہمت وحوصلہ کو سلامی پیش کرنے کو دل مچل رہا ہے۔ یہ کیسی ہمت ہے، یہ کیسا استقلال ہے اور یہ کون سی صبر ورضا کی منزل ہے کہ یہ سارے مظالم اور ہڈیوں تک کو چیر دینے والے یہ غم وآلام برداشت کرنے کے باوجود ان کی زبان پر نہ مسلمانان عالم سے کوئی شکوہ ہے اور نہ ہی کسی سے مدد کی امید۔ نہ انہیں اپنے عربی ممالک کی حمایت کا بھروسہ ہے اور نہ ہی دنیا کو حقوق انسانیت کا درس دینے والی عالمی طاقتوں سے سہارا ملنے کی غلط فہمی ہے۔ اگر ان کی زبانوں پر کچھ ہے تو وہ اللہ ورسول کا ذکر ہے، قرآنی آیات کی تلاوت کے نغمے ہیں اور نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تسکین آگیں جلوے۔ اتنے ہولناک اور غم آلود ماحول میں بھی وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو کر دعائیں کر رہے ہیں، نعت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گنگنا کر اپنے وجود کو تسکین دے رہے ہیں، اسرائیل کے درندوں سے جو باہمت نوجوان برسرپیکار ہیں ان کے لیے دعائیں کر رہے ہیں اور انہیں ہمت وحوصلہ دے رہے ہیں۔

اسرائیل اور اس کے حلیف امریکہ نے تو یہ سوچا تھا کہ غزہ کے لوگوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ کر ہم غزہ اور فلسطین کے جنگجو نوجوانوں کے خلاف غزہ وفلسطین میں رائے عامہ ہموار کر لیں گے، جب غزہ وفلسطین کے لوگوں کو یہ احساس ہوگا کہ ان مسلح جنگجو افراد کی

وجہ سے ہمارے گھربار تباہ ہورہے ہیں اوران کی وجہ سے ہم ہلاک وبرباد ہورہے ہیں تو داخلی طور پران کی مخالفت شروع ہوجائے گی مگر سلام ہے غزہ وفلسطین کے عام مسلمانوں کی ہمت وجرأت کو کہ سب کچھ برباد ہونے کے باوجود یہاں کے لوگ ابھی بھی اپنے مسلح جنگجو نوجوانوں کے ساتھ مضبوط انداز میں کھڑے ہوئے ہیں۔اپنے وجود اور اپنی سرزمین کے تحفظ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرکے اسرائیل اورامریکہ کے منصوبوں پر پانی پھیر رہے ہیں۔

اسرائیل وامریکہ کی شکست: ۷راکتوبر کوغزہ کے جنگجواور مسلح نوجوانوں کی تنظیم نے اسرائیلی علاقوں میں حملہ کرکے اسرائیل کی بوکھلاہٹ میں جواضافہ کیا تھا اوراس کے دفاعی سسٹم کوجس طرح ناکارہ ثابت کیا تھااس کی وجہ سے اسرائیل نے پوری دنیا کے میڈیا کو خرید کر عالمی پیمانے پر فلسطینیوں اورغزہ کے لوگوں کے خلاف ایک رائے عامہ ہموار کرکے دنیا کو یہ باور کرایا تھا کہ فلسطین اورغزہ کے لوگ ظالم ہیں، درندے ہیں اورخونی ہیں۔اس پروپیگنڈہ کے پیچھے اس کا مقصد فلسطین اورغزہ کے لوگوں پر اپنی عسکری اور جارحانہ فوجی کاروائی کوجواز فراہم کرنا تھا۔حالانکہ یہودیوں کے غاصبانہ طور پراس خطہ میں حکومت قائم کر لینے کے دن ہی سے اسرائیل ان فلسطینیوں کو اپنے ظلم وستم کا نشانہ بناتا چلا آرہاہے۔لاکھوں فلسطینیوں کواب تک وہ ہلاک، لاکھوں کو بے گھر اور بیشمار لوگوں کو قیدی بنا چکا ہے۔جب بھی وہ فلسطینیوں پر حملہ کرتا ہے تو ہزاروں عام لوگوں کوموت کے گھاٹ اتارکران کی زمینوں پر قبضہ کر لیتا ہے۔لیکن مغربی اور اسرائیل نواز میڈیا کوفلسطینیوں کی یہ ہلاکت وبربادی کبھی دکھائی نہ دی مگر ۷راکتوبر جو کچھ ہوااسے اسرائیل نواز میڈیا نے اس طرح دنیا کے سامنے پیش کیا گویا کہ فلسطینیوں سے زیادہ ظالم وبے رحم اس پورے عالمی منظرنامے پر کوئی نہیں ہے۔اسرائیلی حکومت اور خاص طور پراسرائیل کے وزیراعظم ''نتن یاہو'' نے علی الاعلان یہ متکبرانہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ پورے غزہ اورغزہ میں رہنے والے جنگجو افراد کا چندہی دنوں میں نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹادے گا۔

اتنی خطرناک بم باری،ایسی ہولناک عسکری کاروائی اور ایسے جدید ہتھیاراس کے باوجود ڈھائی مہینے ہوچکے ہیں مگراسرائیلی فوج اب تک نہ تو ان جنگجو افراد کوشکست دے سکی اور نہ ہی عام فلسطینیوں کی ہمت، جرأت اوران کےعزم واستقلال میں کوئی کمی لا سکی۔اس پرمستزاد یہ کہ عالمی سطح پر سیاسی اعتبار سے اسرائیل وامریکہ کواس وقت سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑرہاہے۔عمومی طور پر دنیا بھر میں اسرائیل وامریکہ اپنا بھرم کھوچکے ہیں۔دنیا کی رائے عامہ ان کے خلاف ہوتی جارہی ہے۔پوری دنیا کے ملکوں پراسرائیل نے اپنی فوجی،عسکری،دفاعی اور جدید اسلحہ جاتی جو دھاک جما رکھی تھی وہ آہستہ آہستہ اب ختم ہوتی جارہی ہے۔اب تک دنیا یہ سمجھ رہی تھی کہ اسرائیل کے پاس دنیا کے بہترین ہتھیار ہیں،اس کی فوج دنیا کی قابل ترین فوج ہے،اس کا دفاعی نظام سب سے بہتر ہے اوراس کی خفیہ ایجنسی سب سے زیادہ چاق وچوبند ہے مگراس کے مقابلہ میں فلسطین کے مٹھی بھرایسے جنگجو افراد ہیں کہ جن کے ساتھ نہ تو کئی حکومت ہے اور نہ ہی حکومتی نظام، نہ جدید ہتھیار ہیں اور نہ ہی جنگی طیارے، نہ حکومتی خزانہ ہےاورنہ ہی کسی ملک کی حمایت۔پھربھی ان جنگجوؤں نے اس وقت اسرائیلی فوجوں کوناکوں تلے چنیں چبوا رکھے ہیں۔ان مٹھی بھرلوگوں نے اپنے معمولی ہتھیاروں کے ذریعہ پورے

اسرائیل بلکہ امریکہ تک کی ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ہر روز اگر چہ سیکڑوں عام فلسطینی اسرائیلی حملوں کا شکار ہو کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں مگر فلسطینی جنگجو بھی اچھی خاصی تعداد میں اسرائیلی فوجیوں کو موت کی نیند سلا رہے ہیں۔ ہر روز اسرائیلی فوج کی گاڑیوں، ٹینکوں اور دیگر عسکری آلات کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ اسرائیلی فوجیوں کا روزانہ خاصا نقصان ہو رہا ہے مگر اسرائیل نواز میڈیا اسرائیلی فوج کا نقصان بہت کم دکھا رہا ہے۔ کچھ عرب میڈیا اور جنگجو افراد کے نمائندے ضرور اس کی قلعی کھول رہے ہیں جس کی وجہ سے عالمی سطح پر اسرائیل اور امریکہ کو سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اب تک کافی بڑی تعداد میں اسرائیلی فوجی فلسطینیوں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں۔ اسرائیل کی لاکھ کوششوں اور اس کے ذریعہ جنگ میں اربوں کھربوں روپیہ برباد کرنے کے باوجود فلسطینی جنگجو تنظیم اس کی دسترس سے باہر ہے۔ غزہ کے اندر بھی یہ جنگجو جرأت مومنانہ کے ساتھ ڈٹ کر اسرائیلی فوجیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی وقتاً فوقتاً غزہ کے باہر اسرائیلی شہروں پر راکٹوں سے حملے بھی کر رہے ہیں جس کی وجہ سے ایک طرف تو اسرائیلی فوج پریشان ہے تو وہیں دوسری طرف اسرائیل کے شہری بھی خوف و ہراس کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ نیز ان جنگی حالات کی وجہ سے اسرائیل کی معیشت کو سخت نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اس کا ایکسپورٹ اور امپورٹ کا کام، سیاحی کی معیشت اور ہتھیاروں کی تجارت تقریباً معطل ہو چکی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ جنگی آلات، جنگی ساز و سامان اور فوجیوں کے گراں قدر اخراجات کا بوجھ روز بروز اسرائیلی حکومت کو اپنے نیچے دباتا جا رہا ہے۔ ان سب پریشانیوں اور افتاد کی وجہ سے اسرائیلی حکومت اس وقت سخت دباؤ میں ہے۔

ایک بات غور کرنے کی یہ بھی ہے کہ اسرائیل نے غزہ پر حملے اس عزم اور دعوے کے ساتھ شروع کیے تھے کہ وہ اپنے یہاں سے اغواء کیے گئے قیدیوں کو جنگجو تنظیم سے چھوڑائے گا اور اس تنظیم کو نیست و نابود کر دے گا۔ مگر ڈھائی مہینے گزر جانے کے باوجود اسرائیل اپنے ان دونوں ہدفوں کو اب تک حاصل نہ کر سکا۔ جنگجو تنظیم بھی اپنی تمام تر شان و شوکت کے ساتھ برسر پیکار ہے اور اسرائیلی فوجی اسرائیل سے اغوا کیے گئے افراد کو آزاد کرانے میں بھی ناکام ہیں۔ یرغمال بنائے گئے افراد میں سے جو آزاد بھی ہوئے وہ عسکری زور و طاقت کی بنیاد پر نہیں بلکہ وقتی جنگ بندی کی صلح کے طور پر آزاد ہوئے ہیں۔ جنگ بندی کی صلح میں بھی اسرائیل کو دب کر صلح کرنا پڑی۔ ایک قیدی کے بدلے تین قیدیوں کو آزاد کرنا پڑا جس کی وجہ سے عالمی سطح پر اسے سخت شرمندگی اٹھانا پڑی۔

غزہ کے اندر ایک طرف فلسطینی جنگجو تنظیم سے اسرائیل جوجھ رہا ہے تو وہیں دوسری طرف یمن کی جنگجو تنظیم "حوثی" نے "بحر احمر" میں اپنی مسلح کارروئیوں سے عالمی طاقتوں خاص کر اسرائیل و امریکہ کی پیشانی پر سلوٹیں ڈال رکھی ہیں۔ "حوثی"، تنظیم کے افراد "بحر احمر" سے گزرنے والے بار بردار جہازوں پر حملے کر کے انہیں تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے عالمی سطح پر ان عالمی طاقتوں کے معاشی نظام کو سخت دھچکا لگ رہا ہے اور انہیں دنیا کے سامنے شرمسار ہونا پڑ رہا ہے۔ تیسری طرف لبنان کے جنگجو افراد بھی اسرائیلی فوج کے لیے وبال جان بن چکے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے اسرائیل و امریکہ کی عالمی سطح پر قائم چودھراہٹ اور ان کی ہیکڑی سخت خطرات سے دوچار

ہے۔وہ ممالک کہ جو ان سے مرعوب ہونے کی وجہ سے ان کے سامنے دب کر رہتے تھے اب وہ بھی انہیں آنکھیں دکھانے لگے ہیں۔امریکہ کو یہ سب سخت ناگوار گزر رہا ہے اور وہ اس وقت ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہوا ہے کہ جہاں سے جان چھڑانا اس کے لیے مشکل ہو رہا ہے۔وہ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا ہے کہ ان دو راستوں میں سے کون سا راستہ اختیار کرے۔اسرائیل کا مزید ساتھ دیتا ہے تو دنیا بھر سے اس کی چودھراہٹ کا اثر ختم ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اگر اسرائیل کا ساتھ چھوڑتا ہے تو اسرائیل کے تئیں اس کی قدیمی محبتیں، اسرائیل کے ذریعہ مشرق وسطی پر اپنا کنٹرول برقرار رکھنے اور اسرائیل کا ہوّا دکھا کر بے غیرت عرب ممالک کو اپنی کٹھ پتلی بنائے رکھنے کی چاہت دم توڑتی نظر آ رہی ہے۔یہی وہ بوکھلاہٹ ہے جس کا اثر اقوام متحدہ میں فوری جنگ بندی اور اسرائیل کے ذریعہ غصب کئے گئے خطوں سے دستبرداری سے متعلق قرارداد پر ووٹنگ اور اس کے خارجی بیانات میں دکھائی دے رہا ہے۔اقوام متحدہ میں جب قرارداد پیش ہوتی ہے تو وہ اس کی مخالفت میں ووٹ دیتا ہے اور اسے ویٹو کر کے ناکام بنا دیتا ہے۔پھر دوسری طرف وہ اسرائیل سے جنگ بند کرنے اور عام شہریوں پر حملے روکنے کی اپیل بھی کرتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ وہ خطہ میں ذمہ داران سے امن قائم رکھنے کی گزارش بھی کرتا ہے۔

امریکہ کا یہ دہرا رویہ اس وقت پوری دنیا دیکھ بھی رہی ہے اور اس کے بین السطور میں پائی جانے والی اس کی بوکھلاہٹ کو بھی اچھی طرح سمجھ رہی ہے۔دنیا کے بیشتر ممالک کے عام لوگ اسرائیل و امریکہ کی ظالمانہ کاروائیوں پر اپنا احتجاج درج کرا رہے ہیں۔عرب ممالک میں بے چینی و اضطراب عروج پر ہے جس کی وجہ سے ان عرب ممالک کے حکمراں سخت پریشانی و کشمکش کے عالم میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔اپنی بے بسی کی وجہ سے وہ فلسطینیوں کو کوئی بھی عسکری کمک پہنچانے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہیں اور بالکلیہ خاموش رہنے پر انہیں اپنی عوام اور اپنے شہریوں کی مخالفت کا بھی سخت اندیشہ و ڈر ستا رہا ہے۔ایسے میں انہیں یہ لگ رہا ہے کہ اگر اسرائیل و فلسطین کا معاملہ مزید ہولناک ہوتا ہے تو کہیں ان کا اقتدار ہی خطرے میں نہ پڑ جائے اور ان کے خلاف خود ان کے ملکوں کی عوام ہی بغاوت نہ کر دے۔اس لیے ان کی یہ کوشش ہے کہ فریقین میں کوئی سمجھوتا اور کوئی صلح ہو جائے تاکہ یہ جنگ بند ہو اور وہ سکون کا سانس لے سکیں۔اس سلسلہ میں وہ امریکہ کی مدد سے اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ وقتی طور پر ہی سہی مگر یہاں امن قائم ہونا چاہیئے۔

خون مظلوم کا اثر: سطحی طور پر تو یہ دکھائی دے ہی رہا ہے کہ اس وقت فلسطینیوں کو اپنی جان و مال، عزت و آبرو اور اپنے گھر بار کی بربادی و ہلاکت کا بڑے پیانے پر نقصان ہو رہا ہے۔اس سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ فلسطین اور فلسطینی اس وقت سخت نقصان سے دوچار ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان مظلوموں کے خون نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔یہ لوگ ظاہری شکست پا بھی جائیں تب بھی اسرائیل و امریکہ کے مقابلہ میں فاتح ہی کہلائیں گے۔ان کی سب سے بڑی فتح اور جیت یہی ہے کہ انہوں نے اپنی بے سروسامانی اور اپنی عسکری طاقت و قوت نہ ہونے کے باوجود اتنی طویل اور اتنی ہولناک جنگ کا جواں مردی اور عزم و استقلال کے ساتھ نہ صرف یہ کہ سامنا کیا بلکہ اسرائیل کو سخت عسکری نقصان سے بھی دوچار کر دیا۔ان کی ایک فتح یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسرائیل و امریکہ جیسے طاقتور

ملکوں کی ہیکڑی اور چودراہٹ کو تقریباً ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ان فتوحات کے علاوہ فلسطینیوں کی سب سے بڑی فتح یہ بھی ہے کہ انہوں نے دنیا والوں کو یہ دکھا دیا کہ کون کتنا انصاف پسند ہے اور کون کتنا حقوق انسانی کا لحاظ و پاس رکھتا ہے؟ قضیۂ فلسطین جو بہت دنوں سے عالمی منظر نامہ سے تقریباً غائب ہو چکا تھا ان مظلوم فلسطینیوں نے اسے مضبوط و کامیاب انداز میں پھر سے زندہ کر دیا۔وہ ممالک جو کچھ دہائیوں سے مظلوم فلسطینیوں کو بھول چکے تھے وہ بھی اب دو قومی نظریہ کی حمایت کر رہے ہیں۔ایسے ملک کہ جنہوں نے ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام والے عہد کو بالکلیہ فراموش کر دیا تھا آج وہ بھی پھر سے خطہ میں ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی وکالت کر رہے ہیں۔

اس وقت دنیا اس نتیجہ پر پہنچ چکی ہے کہ مشرق وسطیٰ میں اس وقت تک امن و امان قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسرائیل اور فلسطین دو الگ الگ ملک تسلیم نہ کر لیے جائیں۔دونوں کی سرحدیں متعین نہ ہو جائیں۔اسرائیل فلسطینیوں ، لبنانیوں اور شامیوں کی مغصوبہ زمین سے دستبردار نہ ہو جائیں۔حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک اسرائیل فلسطینیوں کا غصب شدہ حق انہیں واپس نہیں کر دیتا تب تک فلسطینی اسے چین کی نیند سونے نہیں دیں گے۔آج دنیا کے بیشتر ممالک اسرائیل و امریکہ سے اسی بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ فلسطینیوں کو ان کا حق واپس کیا جائے۔ان کی ایک ایسی الگ اور آزاد ریاست کے قیام کی راہیں ہموار کی جائیں کہ جس کی اپنی حکومت ہو، اپنی باقاعدہ فوج ہو، اپنا باضابطہ دفاعی نظام ہو، اپنی کرنسی ہو، اپنے بینک ہوں، اپنے ہوائی اڈّے ہوں، اپنی معیشت ہو، اپنا معاشی نظام ہو۔غرض کہ ایک آزاد ریاست کے جتنے بھی لوازمات ہوتے ہیں فلسطینی ریاست ان سب سے آراستہ ہو اور پھر دنیا کے دوسرے خطوں میں جو فلسطینی پناہ گزیں حیثیت سے بے سروسامانی کے عالم میں دنیا کی بھیک اور خیرات کے سہارے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں انہیں ان کی آبائی سرزمین اور اپنی قومی ریاست میں لاکر بسایا جائے۔

عرب اور اسلامی ملکوں کی بے حسی: عالمی منظر نامہ پر یوں تو اسلامی ملکوں کے نام پر خاصی تعداد میں ہمیں بہت سے ممالک نظر آتے ہیں مگر درحقیقت یہ سارے عربی اور اسلامی ممالک امریکہ و اسرائیل کے بنے ہوئے غلامی کے جال میں اس طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ فلسطین کے حق میں انہوں نے کبھی بھی عالمی سطح پر مضبوطی کے ساتھ کوئی آواز آج تک بلند نہ کی۔حالانکہ ان کی تعداد اور قدرت نے انہیں جن وسائل سے نوازا ہے ان کے ذریعے یہ قضیۂ فلسطین آسانی کے ساتھ حل کرا سکتے تھے۔یہ اگر چاہتے تو متحدہ طور پر دنیا کو اس بات پر مجبور کر سکتے تھے کہ مشرق وسطیٰ میں ایک آزاد اور مضبوط فلسطینی ریاست کے قیام کے لیے دنیا آگے آئے۔یہ اگر جرأت مندی کے ساتھ ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کے لیے کمربستہ ہو جاتے تو یہ آزاد ریاست کبھی کی قائم ہو چکی ہوتی۔مگر یہ ان کی بے حسی ہے اور یہ ان کی بے بسی ہے کہ یہ آج تک کوئی مؤثر اقدام نہ کر سکے۔

مگر مشرق وسطیٰ میں بدلتے حالیہ منظر نامہ کی وجہ سے اب یہ ممکن نہیں کہ آزاد فلسطینی ریاست کے مسئلہ کو مزید معرض التوا میں لٹکائے رکھا جائے۔اس وقت مشرق وسطیٰ کے جو حالات بنے ہیں اس سے گلو خلاصی نہ امریکہ کے بس میں ہے اور نہ ہی اسرائیل کے۔نہ عرب ممالک اسے نظر انداز کر سکتے ہیں اور نہ ہی اسلامی

ممالک مزید اس سے چشم پوشی کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔فلسطینیوں نے اپنی اور اپنے بال بچوں کی قربانیاں دے کر ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کے امکانات کو خوب سے خوب تر جلا بخش دی ہے۔ انہوں نے اپنا لہو بہا کر اپنی مغصوبہ سرزمین کی آزادی کے لیے راہیں کافی حد تک ہموار کر دی ہیں۔کوئی بعید نہیں کہ غزہ و فلسطین میں برپا حالیہ جنگ ہی ایک عالمی جنگ کا استعارہ بن جائے۔ویسے بھی اس وقت پوری دنیا فلسطین وغزہ کے معاملہ میں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔دنیا کا بیشتر حصہ اس وقت فلسطینیوں اور اہل غزہ کے ساتھ ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں اسرائیل وامریکہ کی حمایت میں چند ہی ملک نظر آرہے ہیں۔جس کی وجہ سے امریکہ سخت پریشانیوں اور اندیشوں کا شکار ہے۔اگر فلسطینی یونہی ہمت وجواں مردی اور عزم واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسرائیلی فوجیوں کے سامنے سینہ سپر رہے تو کوئی بعید نہیں کہ ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کا ان کا خواب اسی بار شرمندۂ تعبیر ہو جائے۔موجودہ حالات نے آزاد فلسطینی ریاست کے قیام سے متعلق امکانات کو مزید واضح اور یقینی بنا دیا ہے۔مظلوم کا خون اور مظلوم کی آہیں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں۔دنیا نے اگرچہ فلسطینیوں کو تن تنہا چھوڑ دیا تھا مگر ان کے عزم و استقلال نے انہیں اس وقت عالمی سطح پر نہایت مضبوط بنا دیا ہے۔دنیا ان کے عزم واستقلال کو، ان کی ہمت وحوصلے اور ان کی جرأت مومنانہ کو اس وقت سلام کر رہی ہے۔دنیا ان کی حمیت دینی کو دیکھ کر اسلام کی اس خوبی کو سراہ رہی ہے۔حق کے لیے باطل کے سامنے نہ جھکنے کا جذبۂ صادقہ پیدا کرنے والے مذہب کا مطالعہ کرنے پر دنیا مجبور ہے۔ مغربی ممالک سے وابستہ تحقیق وریسرچ کے متوالے افراد فلسطینیوں کے اس جذبۂ قربانی کو دیکھ کر اسلام کا نئے انداز سے مطالعہ کر رہے ہیں اور بنظر انصاف مطالعہ کرنے کے بعد بڑی تعداد میں مذہب اسلام کو قبول بھی کر رہے ہیں۔انہیں یہ بات حیرت واستعجاب میں ڈال رہی ہے کہ بنا کسی ظاہری طاقت وقوت کے آخر وہ کون سا ایسا جذبہ ہے اور وہ کون سی ایسی طاقت ہے جو دنیا کی مضبوط ترین فوج کا سامنا کرنے کے لیے انہیں آمادہ کر رہی ہے۔آخر اتنے ظلم وستم اور ایسے ہولناک حملوں کے باوجود یہ بنا خوف وخطر سینہ سپر ہو کر کس طاقت وقوت کے سہارے اسرائیلی فوجوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ان خطرناک جنگی حالات میں بھی جب وہ فلسطینیوں کی زبان پر کلمۂ شہادت، اللہ اکبر کے نعرے، قرآنی آیات کا ورد اور نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نغمے جاری ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مذہب اسلام ایک حق مذہب ہے، اس کے ماننے والے سچے مسلمان نہ مرنے سے ڈرتے ہیں اور نہ ہی دنیا کی طاقت وقوت سے خوف کھاتے ہیں۔یہ وہ قوم مسلم ہے کہ جو عیاشی بھری زندگی کے بجائے راہ حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔اللہ کی راہ میں ملنے والی موت انہیں غلامی بھری زندگی سے زیادہ محبوب ہے۔جو باتیں سچے مسلمانوں کے تعلق سے ہم کتابوں میں پڑھتے تھے انہیں اپنی زندگی میں اس وقت فلسطینیوں کے جذبۂ شہادت کی صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں۔اب تک ہم صرف کتابوں میں یہ پڑھتے تھے کہ ماضی کے مسلمان ظالم و باطل کے سامنے غلامی کی حالت میں سجدہ ریز ہونے کے بجائے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی جان نچھاور کرنے کو ترجیح دیتے تھے مگر آج ہم وہی جذبہ فلسطینیوں کے اندر محسوس انداز میں اپنے ماتھے کی نگاہیں سے دیکھ رہے ہیں۔اللہ رب العزت فلسطینیوں کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام سے متعلق ان کا دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر فرمائے۔آمین

☆

ترجمہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

باب التفسیر

تفسیر : صدرالافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ

پیش کش : مولانا ابرارالحق رحمانی مدھوبنی

ترجمہ: بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی ۔ (پ۲۶ رکوع۹ سورۂ فتح آیت۲)

تفسیر:۲شان نزول''انا فتحنا'' حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور پر نازل ہوئی۔ حضور کو اس کے نازل ہونے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور صحابہ نے حضور کو مبارکبادیں دیں۔ (بخاری ومسلم وترمذی) ''حدیبیہ'' ایک کنواں ہے مکہ مکرمہ کے نزدیک۔ مختصر واقعہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ حضور مع اپنے اصحاب کے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ کوئی حلق کئے ہوئے کوئی قصر کئے ہوئے اور کعبہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ کعبے کی کنجی لی، طواف فرمایا، عمرہ کیا۔ اصحاب کو اس خواب کی خبر دی، سب خوش ہوئے پھر حضور نے عمرے کا قصد فرمایا اور ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذی القعدہ ۶ ہجری کو روانہ ہو گئے۔ ذوالحلیفہ میں پہنچ کر وہاں مسجد میں ۲ رکعتیں پڑھ کر عمرہ کا احرام باندھا اور حضور کے ساتھ اکثر اصحاب نے بھی۔ بعض اصحاب نے جحفہ سے احرام باندھا۔ راہ میں پانی ختم ہوگیا۔ اصحاب نے عرض کیا کہ پانی لشکر میں بالکل باقی نہیں ہے سوائے حضور کے آفتابہ (لوٹے) کے کہ اس میں تھوڑا سا ہے۔ حضور نے آفتابہ میں دست مبارک ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشمے جوش مارنے لگے۔ تمام لشکر نے پیا، وضو کئے جب مقام عسفان میں پہنچے تو خبر آئی کہ کفار قریش بڑے سروسامان کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہیں۔ جب حدیبیہ پر پہنچے تو اس کا پانی ختم ہوگیا۔ ایک قطرہ نہ رہا۔ گرمی بہت شدید تھی۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کنویں میں کلی فرمائی۔ اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا۔ سب نے پیا، اونٹوں کو پلایا۔ یہاں کفار قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لیے کئی شخص بھیجے گئے سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضور عمرہ کے لیے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے لیکن انہیں یقین نہ آیا۔ آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متمول شخص تھے، تحقیق حال کے لیے بھیجا۔ انہوں نے آکر دیکھا کہ حضور دست مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ تبرک کے لیے غسالہ شریف حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اگر کبھی تھوکتے ہیں تو لوگ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہروں اور بدن پر برکت کے لیے ملتا ہے۔ کوئی بال جسم اقدس کا گرنے نہیں پاتا اگر احیاناً جدا ہوا تو صحابہ اس کو بہت ادب کے ساتھ لے کے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ جب حضور کلام فرماتے ہیں تو سب ساکت ہو جاتے ہیں۔ حضور کے ادب وتعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر کو نہیں اٹھا سکتا۔ عروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں بادشاہان فارس وروم ومصر کے درباروں میں گیا ہوں۔ میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ان کے اصحاب میں ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابل کامیاب نہ ہوسکو گے۔ قریش نے کہا ایسی بات مت کہو۔ ہم اس سال انہیں واپس کردیں گے۔ وہ اگلے سال آئیں۔ عروہ نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے۔ یہ کہہ کر وہ مع اپنے ہمراہیوں کے طائف واپس چلے گئے اور اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرف باسلام کیا۔ یہیں حضور نے اپنے اصحاب سے بیعت لی۔ اس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ بیعت کی خبر سے کفار خوفزدہ ہوئے اور ان کے اہل الرائے نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کرلیں۔ چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور سال آئندہ حضور کا تشریف لانا قرار پایا اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی۔ اسی لیے اکثر مفسرین فتح سے صلح حدیبیہ مراد لیتے ہیں اور بعض تمام فتوحات اسلام جو آئندہ ہونے والی تھیں۔ اور ماضی کے صیغے سے تعبیر ان کے یقینی ہونے کی وجہ سے ہے۔ (خازن وروح البیان)

گلدستۂ احادیث

ترتیب وانتخاب: نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا الحاج الشاہ **محمد سبحان رضا سبحانی میاں مدظلہ العالی**
سربراہ خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ رضا نگر، سوداگران بریلی شریف

اول مخلوق اور اول نبی

اللہ رب العزت نے ہمارے نبی آخرالزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو کائنات میں سب سے پہلے پیدا فرمایا اور انہیں سب سے پہلا نبی بنایا۔ اگرچہ دنیا میں بعثت کے اعتبار سے ہمارے نبی سب سے آخر میں تشریف لائے۔ آپ کو اللہ رب العزت نے خاتم النبیین بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا کہ اب آپ کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی نبی نہیں آسکتا۔ سلسلہ نبوت آپ پر ختم کر دیا گیا۔ آپ کے اول مخلوق اور اول نبی ہونے سے متعلق مندرجہ ذیل احادیث کریمہ کا مطالعہ فرمائیں:

☆عن ابی ھریرۃ قال یا رسول اللہ! متیٰ وجبت لك النبوۃ قال: وادم بین الروح والجسد۔(جامع الترمذی و دلائل النبوۃ للبیھقی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب واجب (ثابت) ہوئی؟ آپ نے فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ (امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا)

☆عن میسرۃ الفجر قال: قلت: یا رسول اللہ! متیٰ کنت نبیا؟ قال وادم بین الروح والجسد۔(دلائل النبوۃ للبیھقی)

ترجمہ: حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وقت نبی ہوئے؟ فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

☆عن عرباض بن ساریۃ صاحب رسول اللہ ﷺ قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: انی عبد اللہ و خاتم النبیین وابی منجدل فی طینتہ وساخبرکم عن ذلك۔ دعوۃ ابی ابراھیم، بشارۃ عیسیٰ و رویا امی التی رأت و کذلك امھات النبیین یرین۔(دلائل النبوۃ للبیھقی)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں اس وقت بھی اللہ کا بندہ اور خاتم پیغمبراں تھا جب میرے باپ (آدم علیہ السلام) اپنی مٹی میں مخلوط تھے اور میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعوت ہوں، عیسیٰ کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا اور ایسے ہی نبیوں کی ماؤں نے دیکھا تھا۔

رویٰ عبد الرزاق بسندہ عن جابر بن عبد اللہ قال: قلت: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیك وسلم! بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیٔ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء، قال: یا جابر! ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔(المواھب اللدنیہ مع شرح الزرقانی)

ترجمہ: امام عبدالرزاق نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ جابر بن عبداللہ نے فرمایا، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان، مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا پیدا فرمایا؟ تو ارشاد فرمایا اے جابر! بے شک اللہ نے ساری چیزوں سے پہلے تیرے نبی (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا نور اپنے نور سے بنایا۔

فتاویٰ منظر اسلام

ترتیب، تخریج، تحقیق:- حضرت مولانا مفتی محمد احسن رضا قادری، سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

قرآن خوانی کے بعد کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز جمعرات ۲۰ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ''کڑیا'' میں جناب شیخ حسین صاحب بس کنڈکٹر کے نوساختہ مکان میں محفل قرآن خوانی منعقد ہوئی تھی جس میں تبلیغی جماعت والے اور ان کے مولوی محمد یعقوب صاحب بھی شریک تھے۔قرآن خوانی کے بعد سلام بحضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پڑھا گیا۔مذکور مولوی صاحب (جو اپنے آپ کو اعلیٰ حضرت کے شاگرد کا شاگرد بتاتے ہیں اور اپنے کو مسلک بریلوی کا پابند کہتے ہیں) درہم برہم ہوکر کہا کہ قرآن خوانی کے بعد سلام پڑھنے کا رواج کہاں ہے؟ نئی ایجاد ہے۔قرآن خوانی کے بعد سلام نہیں پڑھنا چاہیئے اور یہ بھی کہا کہ قیام میں بجائے الحمد کے دُرود پڑھے نماز نہیں ہوتی اور مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور قعدہ میں بجائے درود کے الحمد پڑھے تو بھی نماز نہیں ہوتی اور مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور اس کے بدل ۱۰۰ رکعت نماز پڑھنا پڑھے گا۔اب سوال یہ ہے کہ محفل قرآن خوانی میں تلاوت قرآن مجید ختم ہونے کے بعد سب کا کھڑے ہوکر حضور پرنور سید الانبیاء فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پر درود وسلام پڑھنا درست اور باعث اجر وثواب ہے یا نہیں؟ قیام میں بجائے الحمد کے درود اور قعدے میں بجائے درود کے الحمد پڑھے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب مرحمت فرمائیں۔بینوا وتوجروا۔

سائل

ابوالبرکات حکیم غلام محی الدین سنی حنفی قادری چشتی خطیب غفرلہ

الجواب اللهم هداية الحق والصواب: درود وسلام پڑھنا جائز و مستحسن اور اعلیٰ درجہ کی قربت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا سبب ہے، کسی وقت منع نہیں ہے۔جو مخالفت کرتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے۔حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ ''مدارج النبوۃ'' میں فرماتے ہیں:''صلاۃ برآں حضرت در جمیع اوقات مستحب و مستحسن است''،یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام جمیع اوقات میں مستحب ومستحسن ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما۔ میں درود وسلام پڑھنے کا حکم مطلق ہے اور اصول کا قاعدہ ہے''المطلق يجرى على اطلاقه''،مطلق اپنے اطلاق پر باقی رہے گا۔لہٰذا جب قرآن عظیم نے ممانعت نہیں فرمائی،کسی خاص وقت کے ساتھ مقید نہیں فرمایا تو قرآن خوانی کے بعد بھی اسی حکم اطلاق کی بنا پر درود وسلام پڑھنا جائز ہے۔جو اسے بدعت کہتا ہے وہ محض غلط کہتا ہے،شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے۔ہاں جس وقت سے شریعت مطہرہ نے ممانعت فرمائی وہ ضرور اس سے خارج ہے اور قرآن خوانی کے بعد درود وسلام سے ممانعت نہیں ہے۔وہابیہ کو چونکہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک سے چڑھ ہے اس لیے وہ منع کرتے ہیں اور بدعت بتاتے ہیں اور یہ سخت حرام و گناہ ہے اور نماز کے احکام توقیفی ہیں، وہاں نص وارد ہے۔لہٰذا قرأت کی جگہ درود پڑھنا جائز نہیں ہے،اس پر (خارج نماز کھڑے ہوکر قیام میں سلام پڑھنے کو) قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔''تبلیغی جماعت''جو گاؤں گاؤں پھرتی ہے اور تبلیغ کا ڈھونگ رچاتی ہے یہ وہابیوں کی جماعت ہے اور وہابی عقائد کو پھیلانے کی سعی کرتی ہے،اس کے یہاں تقیہ جائز ہے ولہٰذا وہ سنیوں میں سنی بن جاتے ہیں اور پھر سنیوں کو اپنے فریب میں پھانس لیتے ہیں۔اس جماعت کے سیاح کارناموں کا بیان ''جراثیم الوہابیہ،تبلیغی جماعت کیا ہے'' وغیرہ رسائل اہل سنت میں ملاحظہ ہوں۔اس مولوی کا اپنے کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے شاگرد کا شاگرد بتانا اور بریلوی مسلک ظاہر کرنا فریب ہی معلوم ہوتا ہے۔اس کے عقائد کی تحقیق کی جائے اور وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد کفریہ بیان کرکے کبرائے وہابیہ کے متعلق پوچھا جائے۔''حسام الحرمین'' شریف موجود ہو تو اسے پیش کرکے ان دیوبندیوں کے متعلق پوچھا جائے پھر وہ قبول دے گا۔قیام کی حالت میں بجائے الحمد شریف کے درود شریف پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔اگر قصداً پڑھا تو نماز دہرانی واجب ہے اور سہوا پڑھ دیا تو آخر میں سجدۂ سہو کرے اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز دہرائے کہ الحمد شریف کا پڑھنا فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نوافل و وتر کی ہر رکعت میں واجب ہے اور اس صورت میں ترک واجب ہوا۔''عالمگیری'' میں ہے:اذا ترك الفاتحة فی الاولیین او احدهما یلزمه السهو۔ اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے اگر کسی نے بجائے درود کے سورۂ فاتحہ پڑھ دی تو ظاہر یہی ہے کہ نماز مکروہ تحریمی نہ ہوگی کہ ترک سنت سے نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوتی ہے مگر قصداً سنت کا ترک نہیں چاہیئے اور سہواً ترک سے سجدۂ سہو نہ ہوگا۔ ''عالمگیری'' میں ہے:لو قرأها فی ركوعه او سجوده او تشهده يلزمه و هٰذا اذا بدأ بالقرأة ثم بالتشهد وان بدأ بالتشهد ثم بالقرأة فلا سهو عليه كذا فی المحيط السرخسی۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ قعدہ میں تشہد سے پہلے قرآن یا فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور تشہد کے بعد پڑھنے سے سجدہ سہو لازم نہیں۔''فتح القدیر'' باب سجود السہو میں ہے: ولو قرأ القرآن فی القعدة انما يجب السهو اذا لم يفرغ من التشهد واما اذا فرغ فلا يجب۔ایسے ہی غنیۃ، درمختار، ردالمحتار و بحرالرائق وغیرہا میں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔اور اس کا یہ کہنا کہ اس کے بدل ۱۰۰ر رکعت پڑھنا پڑھے گا محض غلط و باطل ہے۔نماز دونوں حالتوں میں ہوجائے گی یعنی فرض ادا ہوجائے گا البتہ الحمد کے بجائے درود شریف پڑھنے کی حالت میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور دوسری صورت یعنی درود شریف کے بجائے الحمد شریف پڑھنے کی حالت میں مکروہ تحریمی نہیں ہوگی۔واللہ الھادی وھو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

رضوی دارالافتاء منظر اسلام محلّہ سوداگران بریلی شریف

۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

انقلاب ۱۸۵۷ء میں فتوی جہاد اور علما وعوام کی کامیاب اثر انگیزی

تحریر: مولانا محمد شہاب الدین رضوی، قومی صدر آل انڈیا مسلم جماعت بریلی شریف

تجارت کی آڑ میں برطانوی سامراج کی آہٹ: برطانوی سامراج کے حکمراں بہت دنوں سے ہندوستان پر قبضہ کرنے کی پلاننگ کر رہے تھے، اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ دسمبر ۱۶۰۰ء میں برطانیہ کی مہارانی ''ملکہ الزبیتھ'' نے برطانوی تاجروں کو اس بات کی باضابطہ اجازت دی کہ وہ ہندوستان کے اندر تجارت کر سکتے ہیں۔ جبکہ ''ڈچ'' کے لوگ پہلے سے ہی تجارت کیا کرتے تھے، شروع میں انہوں نے انگریزوں کی مزاحمت ومخالفت کی مگر انگریز دھیرے دھیرے ان پر غالب آ گئے۔ اس وقت جلال الدین محمد اکبر ہندوستان کا بادشاہ تھا اور برطانیہ نے بادشاہ سے تجارت کرنے کی اجازت بھی لے لی۔ برطانوی تاجروں نے بہت محدود اور چھوٹے پیمانے پر معمولی سرمائے سے ہندوستان کے اندر ۱۶۰۱ء میں اپنا کاروبار شروع کیا۔ اپنے کاروبار کو منظّم اور مربوط کرنے کے لئے انہوں نے ''ایسٹ انڈیا'' کے نام سے کمپنی بنائی۔ ۱۶۰۸ء میں سورت (گجرات) کے اندر کمپنی سے وابستہ افراد اپنی ایک تجارتی کوٹھی بنانے میں کامیاب ہوئے اور ابتدائی مرحلے میں وہیں سے اپنی تجارت اور اس کی سرگرمیاں بڑھانے اور پھیلانے میں شب وروز مصروف ہو گئے۔

دوسرے مرحلے میں کلکتہ کے قریب ''ہگلی'' میں بھی کمپنی نے اپنی ایک تجارتی کوٹھی کی شاخ بنا ڈالی۔ تیسرے مرحلے میں اس نے جنوبی ہند کا رخ کیا اور مدراس کے آس پاس ایک قلعہ نما سینٹر بنایا۔

اسی طرح اڑیسہ میں بھی کمپنی نے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلائے، لیکن کمپنی کا زیادہ زور بنگال میں رہا اور رفتہ رفتہ کمپنی نے اتنا منافع کمایا کہ برطانیہ کو اس کا نہایت حوصلہ افزا مالی فائدہ پہنچا۔ اس سے ان کے عزائم میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

انگریزوں کی شاطرانہ منصوبہ بندی اور مغل حکمرانوں کی بے بصیرتی: تاریخی مطالعہ سے اس حقیقت کا اندازہ ہوتا ہے کہ مغل حکمراں برطانوی تاجروں کے اصل عزائم کو بھانپنے میں ناکام رہے۔ انگریزوں کی سیاسی خواہشات کو نہ سمجھ سکے، ان کی امنگوں اور حکمرانی کے جذبہ سے مسلم حکمراں طبقہ، بے بصیرت ثابت ہوا۔

اکبر کے بعد نور الدین جہانگیر اور حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے دور (۱۰۷۹ھ تا ۱۱۱۸ھ) میں بھی انگریزوں کے تجارتی لبادے کے اندر چھپے ہوئے اغراض ومقاصد تک ان کی نظر نہ پہنچ سکی۔ ہندوستان آکر نورالدین جہانگیر کے دل و دماغ پر کمپنی کے مالک ''سرٹامس رو'' نے ایسا غلبہ جمالیا تھا کہ اس کے عہد میں جگہ جگہ کمپنی کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ سورت و ہُگلی کے علاوہ احمد آباد، برہان پور، اجمیر، آگرہ، کھمبات وغیرہ میں بھی کمپنی کے گودام بن گئے۔ عہد حضرت اورنگ زیب ہی سے کمپنی کی سیاسی وعسکری شرارتیں شروع ہو گئی تھیں۔

برطانوی منصوبہ بندی کے خلاف اولین مزاحمتیں: صرف شائستہ خان گورنر بنگال اور نواب سراج الدولہ حاکم بنگالہ نے اس جانب عملاً توجہ دی اور برطانوی تاجروں کی پیش قدمی روکنے کی کوشش کی۔ کئی ایک سخت اقدامات کیے مگران کا تسلسل باقی نہ رہ سکا اور گھوم پھر کر انگریز وہی کرنے میں مصروف رہے جوان کا اصل نشانہ تھا، ان کا تو اصل نشانہ ہندوستان پر قبضہ کرنا تھا اور ''مسلم حکومت'' کو ختم کر کے ''عیسائی حکومت'' قائم کرنا تھا۔

جنوبی ہند کے کرناٹک، تمل ناڈو، اور آندھرا پردیش میں سلطان ٹیپو کے حوصلہ مند والد حیدر علی نے انگریزوں کی اصل خواہشات وعزائم کو تاڑتے ہوئے شدید مزاحمت کی، لیکن نظام حیدرآباد اور مراٹھوں سے ساز باز کر کے انگریز اپنے آپ کو بچاتے رہے۔ حیدر علی کی پوری زندگی انگریزوں سے لڑتے ہوئے بیتی۔ مگر وہ جنوبی ہند سے انگریزوں کو نکال باہر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ یہی حال ٹیپو سلطان کا بھی رہا۔ ٹیپو سلطان نے فرانس اور ترکی تک اپنے قاصد بھیجے تا کہ ان کے تعاون سے انگریزوں کو جڑ و بنیاد سے اکھیڑا جا سکے، مگر کم قسمتی سے ایسا کچھ نہ ہو سکا۔

اس دور کے مذہبی وسیاسی حالات کا ذکر کرتے ہوئے انگریز مؤرخ ''ڈبلیو، ایم، ٹارانس'' لکھتا ہے:

''شیوا جی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کٹر مذہبی کہا جاتا ہے، لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں میں دخیل ہونا شروع کیا، اس وقت ان کے یہاں اس قسم کے مذہبی تنفر کا کہیں نام تک نہ تھا، جس طرح انگلستان اور یورپ کے تقریباً سب حصوں میں مخلوق کو تباہ کرنا روا رکھا جاتا تھا۔ جب آئرلینڈ میں کوئی رومن کیتھولک نہ اپنے بزرگوں کی جاگیر کا حق دار سمجھا جاتا تھا، نہ فوج کا افسر ہو سکتا تھا۔ جب سویڈن میں سوائے لوتھر کے معتقدین کے اور کسی عقیدے کا کوئی ملازم نہیں ہو سکتا تھا، ٹھیک اس وقت ہندوستان کے اندر اس کے ہر شہر اور شاہی دربار میں ہندو مسلمان عزت حاصل کرنے، سرمایہ کمانے اور ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں آزاد تھے۔''

(ایشیا میں شہنشاہیت از ڈبلیو ایم ٹارانس، ص: ۵۴ و ۵۵۔ مسلمانوں کا روشن مستقبل از سید طفیل احمد منگلوری، طبع اول ۱۹۳۷ء، طبع جدید مکتبہ الحق، جوگیشوری، ممبئی۔ رمضان ۱۴۲۲ھ / نومبر ۲۰۰۱ء)

یہ اقتباس موجودہ دور کے نفرت انگیز اور متعصب لوگوں کے لئے ایک زناٹے دار طماچہ ہے کہ جو دن رات مسلم سربراہوں کے خلاف تنگ نظری کا الزام لگاتے نہیں تھکتے ہیں۔

ادھر شمالی ہند میں اپنے استحکام کے بعد انگریزوں نے سازشوں اور ریشہ دوانیوں کا ایک جال بچھا دیا، انہوں نے ایک طرف ہندوستان کی زراعت وتجارت وصنعت وغیرہ پر پنجے گاڑ دیے، اور دوسری جانب اپنی حکمت عملی سے کرسیِ حکومت واقتدار کی طرف بڑھنا شروع کیا اور اس کے لئے مال وزر اور دھونس ودھمکی کی ساری تدبیریں اپناتے ہوئے راجوں، مہاراجاؤں، نوابوں، زمینداروں، تاجروں، بنیوں کے درمیان ایسے ''وفادار غدار'' پیدا کیے جو ان کے اشارۂ ابرو پر رقص کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جب بات حد سے زیادہ بڑھی تو شمالی ہند میں بھی محاذ آرائی کی نوبت آنے لگی اور پہلی باقاعدہ جنگ ''پلاسی'' (بنگال) کے میدان میں علی وردی خان کے نواسے نواب سراج الدولہ اور انگریزوں کے درمیان

۱۷۵۷ء میں ہوئی۔ضمیر فروش میر جعفر اور میر صادق کی غداری نے نواب سراج الدولہ کو شکست سے دوچار کیا۔اس پہلی اور زبردست کامیابی سے کمپنی کے ''فورٹ ولیم'' میں سونے کا بادل برسنے لگا اور مرشدآباد ویران ہوکر کلکتہ پورے طور پر آباد ہوگیا۔ پھر یہیں سے انگریزوں کے حوصلوں میں بال و پر مزید لگ گئے۔

لارڈ میکالے لکھتا ہے کہ:

''کمپنی اور اس کے ملازمین پر دولت کی مصلح دار بارش شروع ہوگئی۔ اسی (۸۰) لاکھ روپیہ دریا کے راستے مرشدآباد سے کلکتہ روانہ کیا گیا۔ سو سے زیادہ کشتیاں تھیں۔ جھنڈیاں اڑ رہی تھیں اور باجا بجتا جاتا تھا۔ چند ماہ پہلے جو کلکتہ ویران تھا آج ایسا خوشحال ہوگیا کہ کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔تجارت چمک اٹھی۔ ہر انگریز کے گھر میں دولت کے آثار دکھائی دینے لگے۔

(سوانح کلایو از لارڈ میکالے، ص:۵۱۷)

دولت اور کاشت میں ہر لحاظ سے بنگال نہایت خوشحال ریاست تھی،اس لئے انگریز اس سے چمٹ گئے اور اس کا خون چوسنے لگے۔ بنگال کے مرکزی مقام مرشدآباد کی دولت وشوکت کا یہ عالم تھا کہ بقول لارڈ میکالے:

''شہر مرشدآباد مثل لندن کے وسیع اور خوش حال ہے۔مگر فرق یہ ہے کہ مرشدآباد میں ایسے ایسے افراد ہیں جو جائداد کے مالک ہونے میں انگلستان کے لوگوں سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں۔''

اس کے بعد انگریزوں سے مسلم سربراہوں کی متعدد جنگیں ملک کے مختلف حصوں میں ہوئیں۔ میر قاسم ونواب شجاع الدولہ سے ''بکسر'' (بہار) کے میدان میں ۱۷۶۴ء میں جنگ ہوئی۔ پھر حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں بریلوی سے روہیل کھنڈ (یوپی) کے قصبہ ''کٹرہ'' ضلع شاہجہانپور کے اندر ۱۷۷۴ء میں، پھر نواب غلام محمد خاں فرزند نواب فیض اللہ خاں رام پوری سے ۱۷۹۴ء میں ''دوجوڑہ'' فتح گنج پچھمی بریلی میں اور آخری فیصلہ کن جنگ سرنگہ پٹنم (جنوبی ہند) میں ۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو سے ہوئی، جس میں سلطان ٹیپو کی شہادت کے بعد ان کی لاش کے قریب کھڑے ہوکر ایک انگریز کمانڈر نے اعلان کیا کہ:

''آج سے ہندوستان ہمارا ہے۔''

مغل حکمرانوں کی نا اہلی: حضرت اورنگ زیب کے دور حکومت میں انگریزوں کی ریشہ دوانیاں شروع ہوگئی تھیں مگر کامیاب نہیں ہو پا رہے تھے۔۱۷۰۷ء میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال (۲۳/ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۶ء یوم جمعہ) کے بعد مغل حکومت کے زوال وانحطاط کا دور شروع ہوگیا تھا۔اور جتنے بھی مغل بادشاہ اورنگ زیب کے بعد دہلی کے تخت وتاج کے وارث ہوئے وہ عزم وہمت، بہادری واولوالعزمی، اور تدبیر جہاں بانی جیسی صفات سے عاری تھے اور ان کے اندر اتنی صلاحیت ولیاقت نہیں تھی کہ پورے ہندوستان پر اپنا قبضہ اور دبدبہ برقرار رکھ سکیں۔ دوسری جانب انگریز نہایت شاطر اور عزم وحوصلہ سے بھرپور تھے۔اس لئے نہ مغل حکمراں ان کی راہ میں حائل ہوسکے، نہ ہی نواب اور راجہ ومہاراجہ ان کا کچھ بگاڑ سکے۔ جب بادشاہ ہی سرد مہری دکھا رہا تھا تو چونکہ لوگ تو ان کے زیر اثر تھے،اس لیے یہ لوگ بھی کوئی خاطر خواہ مزاحمت نہ کر سکے۔جس کی وجہ سے انگریز پورے ہندوستان میں بڑھتے ہی چلے

گئے، کوئی بند باندھنے والانہیں تھا۔

دہلی واودھ پرانگریزوں کے حملے: بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۰۳ء میں ''لارڈ لیک'' کی کمان میں انگریزی فوج نے دہلی پر دھاوا بول دیا اور ایک معاہدے کے تحت وظیفہ خوار کی حیثیت سے شاہ عالم کی برائے نام بادشاہت باقی رہی، لیکن عملاً سارے ہندوستان پر انگریز حکومت کرنے لگے۔ٹھیک یہی حال اس سے پہلے لکھنؤ میں ہو چکا تھا کہ ۱۸۰۱ء میں نواب واجد علی شاہ کو انگریزوں نے ایک ایسے ہی معاہدے کا پابند بنا دیا تھا، جسکی وجہ سے وہ بے دست و پا تھا۔

بعد کے حالات میں ۱۸۵۶ء میں انگریزوں نے اودھ پر، اور ۱۸۵۷ء میں دہلی پر اس طرح قبضہ کر لیا کہ بہادر شاہ ظفر سراج الدین بن اکبر ثانی (متوفی ۷ نومبر ۱۸۶۲ء) کی بادشاہت اور نواب واجد علی شاہ بن امجد علی شاہ (متوفی فروری ۱۸۴۷ء/ ۲۶ صفر المظفر ۱۲۶۳ھ) کی نوابی کا رہا سہا بھرم بھی ختم ہو گیا، اور انگریز بلا شرکت غیرے پورے ہندوستان کے حکمراں بن گئے۔

تلخ حقیقت کا اظہاریہ: ایک نہایت تلخ حقیقت کا اس موقع پر اظہار ضروری ہے کہ اس دور کے ہندوستانی شاہوں و نوابوں اور راجاؤں نے اس پہلو پر زیادہ دانش مندی و دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا کہ وہ انقلابِ زمانہ کے نئے تقاضوں کو سمجھ سکیں۔انہوں نے نہ یورپ کے صنعتی انقلاب کی آہٹ محسوس کی اور نہ وہ اسلحہ سازی کے قدیم طریقوں سے آگے بڑھ سکے۔اس سلسلے میں ٹیپو سلطان کی سیاسی بصیرت اور عسکری مہارت البتہ قابل داد ہے۔انہوں نے اپنے محدود ماحول سے آگے بڑھ کر کئی باتیں سوچ کر ان پر عمل بھی کیا۔ کاش کہ دہلی، اودھ و بنگال، اور روہیل کھنڈ میں بھی کوئی ٹیپو سلطان پیدا ہو گیا ہوتا، تو ہندوستان کی تاریخ کچھ اور ہوتی۔

انگریز فاتحین اور ان سے پہلے کے فاتحین ہند کا موازنہ کرتے ہوئے ''مسٹر برک'' نے ایک بار برطانوی پارلیمنٹ کی اپنی تقریر میں کہا تھا کہ:

''عربوں، ایرانیوں، اور تاتاریوں نے ہندوستان پر بہت سے حملے کیے جن سے اکثر انتہائی خوں ریزی اور تباہی ہوئی۔ ان کے مقابلے میں عموماً ہمارے قدم اس ملک میں اتنا خون بہا کر نہیں بڑھے۔البتہ ہم نے دغا اور فریب کی مختلف صورتوں کے ساتھ پیش قدمی کی۔اور اس اندھی اور احمقانہ عداوت سے فائدہ اٹھایا جو ہندوستانی والیانِ ریاست کے درمیان ایک لاعلاج مرض کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ہم نے کھلے میدان میں قوت آزمائی نہیں کی، لیکن سابق فاتحین میں اور ہم میں ایک فرق تھا اور وہ یہ کہ ان کی خوشحالی اور بربادی، ان کے لیے نئے وطن یعنی ہندوستان کی خوشحالی اور بربادی کے ساتھ وابستہ ہو جاتی تھی۔ان کے ماں باپ سوچتے تھے تو یہ کہ اسی سرزمین میں ان کی اولاد پھلے گی، پھولے گی۔اسی طرح ان کے بیٹوں کو بھی اپنے اسلاف کی یادگاریں یہیں محفوظ نظر آتی تھیں۔زمانہ سابق کے فاتحین کاشتکار اور صناع سے بھاری بھاری محصول تو لیتے تھے، لیکن وہ ان جیبوں کو جن سے دوبارہ فائدہ اٹھانا تھا از سرِ نو بھر بھی دیتے تھے۔مگر انگریزی حکومت میں یہ نظام بالکل بدل گیا ہے۔ تاتاریوں کی یورش سے بیشک ہندوستانیوں کو نقصان پہنچا تھا مگر ہماری حفاظت ہندوستان کو تباہ کیے ڈال رہی ہے۔نو عمر لڑکے ملک پر حکومت کر رہے ہیں، جہاں کے باشندوں سے نہ ان کا میل جول ہے اور نہ ان سے ہمدردی ہے۔دولت کے ہوس اور تیز مزاجی جتنی کہ کسی جوان میں ہو سکتی ہے، وہ ان لوگوں میں بھری ہوتی ہے اور

ملک میں ان کی آمد کا تانتا لگا ہوا ہے۔ ایک کھیپ ٹوٹتی ہے تو دوسری پہنچ جاتی ہے۔ ہندوستانی رعایا کے سامنے مستقبل کی صرف ایک مایوس کن صورت ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک غیر محدود زمانہ تک ان موسمی شکاری نئے پرندوں کے نئے غول اسی طرح آتے جاتے رہیں گے، جن کی بھوک ہر مرتبہ اور زیادہ تیز ہوتی رہے گی۔ درآں حالے کہ جس چیز کے وہ بھوکے ہیں، وہ کم یاب ہوتی چلی جائے گی۔''

(تصانیف برک جلد سوم، ص:۷۸،۷۹)

انقلاب ۱۸۵۷ء کے اسباب اور علما کا کردار: واقعات

وحالات پر غور کریں تو انقلاب ۱۸۵۷ء کا کوئی ایک سبب نہیں بلکہ اس کے متعدد اسباب ووجوہ تھے۔ ہندوستانی عوام اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ ہماری زمینی پیداوار کا اصل فائدہ انگریز اٹھا رہے ہیں۔ ہماری تجارت اور صنعت کو انھوں نے اس طرح جکڑ لیا ہے کہ اس کا بیشتر فائدہ برطانیہ کو پہنچ رہا ہے۔ ہمیں یا تو اَن پڑھ رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے، یا ایسی تعلیم ہمارے بچوں کو دینے کے طریقے اور تدبیریں اپنائی جا رہی ہیں جسے حاصل کرنے کے بعد ظاہر میں وہ ہندوستانی رہیں، لیکن ان کا دل ودماغ انگریزوں جیسا ہو جائے۔ ہمارے سماجی ڈھانچے توڑنے کی اور ہندو مسلم منافرت پھیلانے کی انگریز لگاتار کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے پادریوں اور مشنری اسکولوں کے ذریعے ہمارے مذہب پر نہ صرف حملے کیے جا رہے ہیں، بلکہ ہمیں عیسائی بنانے کی اعلانیہ کوشش ہو رہی ہے۔ ہمارے معزز شہریوں کو ذلیل وخوار کیا جا رہا ہے۔ ہمارے علماء کی توہین کی جا رہی ہے۔ اور سات سمندر پار سے آکر ہمارے اوپر حکومت کی جا رہی ہے۔ یہ وہ مجموعی اسباب ہیں جو انقلاب ۱۸۵۷ء کی بنیاد ہیں، تاہم مذہب ایک ایسا عنصر ہے جو سب پر فوقیت رکھتا ہے، اور اہم ترین سبب یہی خوف ہے کہ ہمیں یا ہماری نسلوں کو جبراً عیسائی بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء سے پہلے کی درپردہ کوششوں کے پیچھے بھی یہی جذبہ کارفرما تھا۔

مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی جنہوں نے ۱۸۴۶ء سے دہلی، آگرہ، لکھنؤ، پٹنہ، کلکتہ تک اپنی خفیہ مہم کا جال پھیلا رکھا تھا اور میرٹھ کے انقلابیوں میں بھی ان کے آدمی اپنا کام کر رہے تھے، ان کی تگ ودو کا محور یہی مذہبی جذبہ تھا۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں بارک پور (کلکتہ) اور مئی ۱۸۵۷ء میں میرٹھ کے انقلابیوں نے گائے اور خنزیر کی ملی ہوئی چربی والے کارتوس کو دانت سے کاٹنے سے انکار، مذہبی بنیاد پر ہی کیا تھا۔ اور ۱۰/ مئی کو میرٹھ سے چل کر جب ۱۱/ مئی کی صبح کو ۸۵ انقلابیوں کا دستہ دہلی میں داخل ہوا تو وہ بھی ''دین دین۔ دھرم دھرم'' کے نعرے لگا رہا تھا۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ مذہب وعقیدہ کا غلبہ ہمیشہ رہا ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

روہیل کھنڈ میں حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں اور ان کے پوتے خان بہادر خان نے مذہبیت کی ہی وجہ سے بریلی، دہلی اور اودھ کے علاقے انقلاب ۱۸۵۷ء کا اصل میدان کارزار بنا رکھے تھے، اور اس انقلاب کے دوران صحیح معنوں میں علمائے کرام کے فتاویٰ اور ان کی سرپرستی وحوصلہ افزائی، مجاہدین اور انقلابیوں کا اصل سرمایہ تھی۔ مشورے اور اقدامات میں علمائے کرام کی رہنمائی ہر جگہ ضروری سمجھی جاتی تھی، اور علماء کی پشت پناہی نے ہی انہیں میدان جنگ میں دست وبازو آزمانے کا حوصلہ بخشا تھا۔ اس لیے علمائے

کرام کا طبقہ ہی انقلاب ۱۸۵۷ء میں سب سے زیادہ سرگرم اور سب سے اہم تھا، جس کی نمائندگی مفتی صدر الدین آزوردہ دہلوی (متوفی ۱۸۸۵ھ/۱۸۶۸ء)، علامہ فضل حق خیرآبادی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مفتی کفایت علی کافیؔ مرادآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مولانا وہاج الدین مرادآبادی، مولانا رضا علی خان نقشبندی بریلوی، مولانا امام بخش صہبائی وغیرہ کررہے تھے۔ اور دہلی سے لکھنؤ وآرہ (بہار) تک کے لاکھوں عوام اس انقلاب میں براہ راست شریک تھے۔ سابقہ جنگوں کی طرح کسی ایک محدود علاقے کے نوابوں جیسی یہ جنگ نہیں تھی، بلکہ اس انقلاب و جنگ میں پورے طور پر عوامی شرکت و شمولیت اپنے شباب پر تھی۔ جگہ جگہ انگریزوں کو شدید مزاحمت اٹھانی پڑ رہی تھی، علمائے کرام عوام کے درمیان جوش وولولہ بھر رہے تھے۔ اسی وجہ سے ان علماء کو یا تو پھانسی دے دی گئی، یا پھر کالا پانی بھیج دیا گیا۔

۱۸۵۷ء کی عام ناراضی کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے عدالت عالیہ مدراس وممبر کونسل سر میلکم لوئین نے لندن کے ایک رسالہ میں لکھا تھا، جس میں انگریزوں نے ہندو مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم و زیادتی کی تھی، اس کی تفصیل اس نے خود لکھی ہے کہ:

’’ہم نے ہندوستانی ذاتوں کو ذلیل کیا۔ ان کے قانون وراثت کو منسوخ کیا۔ بیاہ شادی کے قاعدوں کو بدل دیا۔ مذہبی رسم و رواج کی توہین کی۔ عبادت خانوں کی جاگیریں ضبط کیں۔ سرکاری کاغذات میں انہیں کافر لکھا۔ امرا کی ریاستیں ضبط کیں۔ لوٹ کھسوٹ سے ملک کو تباہ کیا۔ انہیں تکلیف دے کر مال گزاری وصول کی۔ اونچے خاندانوں کو برباد کر کے انہیں آوارہ گرد بنا دینے والے بندوبست قائم کیے۔‘‘

(روشن مستقبل از سید طفیل احمد منگلوری، ص: ۱۰۹،۱۱۰)

۱۸۵۷ء سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کی مذہبی و تعلیمی پالیسی کا منصوبہ یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جائے، جس کا خلاصہ کرتے ہوئے ’’سر چارلس ٹریولین‘‘ کہتا ہے:

’’میرے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ تمام اسکولوں کو جہاں عمدہ تعلیم دی جاتی ہے، مالی مدد دی جائے۔ میرا منشاء یہ نہیں کہ وہ وقت کبھی نہ آئے گا جب سرکاری مدارس میں بھی مذہبِ عیسوی کی براہِ راست تعلیم دی جائے گی۔ میرے نزدیک ہمارا اصل اصول یہ ہونا چاہیے کہ لوگوں کو وہ عمدہ تعلیم دی جائے جس کے حصول کے لئے وہ رضامند ہوں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوئی تعلیم جو مذہب عیسوی پر مبنی نہ ہو، وہ ناقص ہے۔ نتیجہ یہ کہ جب ہندوستان کا بڑا حصہ تعلیم یافتہ ہو جائے گا تب ہمارا فرض ہوگا کہ مذہب عیسوی کی تعلیم جاری کریں گے، مگر ہمیں اس امر کی بہت احتیاط کرنی چاہیے کہ فوجوں میں ناراضی نہ پھیلنے پائے۔ میرا یقین ہے کہ جس طرح ہمارے بزرگ کل کے کل ایک ساتھ عیسائی ہو گئے تھے، اسی طرح یہاں بھی سب کے سب عیسائی ہو جائیں گے۔ ملک میں مذہب عیسوی کی تعلیم بلاواسطہ پادریوں کے ذریعے، اور بالواسطہ کتابوں، اخباروں، اور یورپینوں سے بات چیت وغیرہ کے ذریعے نفوذ کریں گی۔ حتی کہ عیسوی علوم تمام سوسائٹی میں نفوذ کر جائیں گے۔ تب ہزاروں کی تعداد میں عیسائی ہوا کریں گے۔‘‘

(تاریخ التعلیم از سید محمود، ص: ۶۹ - ہندوستانی مسلمانوں کا روشن مستقبل از سید طفیل احمد منگلوری، ص: ۱۷۵)

انگریزوں نے ہندوستان میں ہر پہلو پر کام کرنے کا منصوبہ بنا کر عملی جامہ بھی پہنایا، نئی نسل کی تعمیر و تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ تعلیمی پالیسی بنائی جائے، یہی کام سامراجی طاقتوں نے ساکنان ہند کے لیے کیا۔ ''لارڈ میکالے'' لکھتا ہے:

''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو۔ اور یہ جماعت ایسی ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر ذوق اور رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔''

(تاریخ التعلیم از میجر باسو، ص: ۱۰۵- روشن مستقبل، ص: ۱۷۱)

انقلاب ۱۸۵۷ء اور فتاویٰ جہاد: ۱۸۵۷ء میں دہلی کے اندر انگریزوں کے خلاف ''جہاد'' کے کتنے فتاویٰ تحریری طور پر دیے گئے، ان کی متعین تعداد یقینی طور پر کسی مؤرخ نے نہیں لکھی، تاہم بعض تاریخوں میں تین فتاویٰ کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن ان تینوں میں صرف ایک فتویٰ کی نقل مطبوعہ شکل میں موجود و محفوظ ہے۔ کیوں کہ ۱۸۵۷ء میں ہی دہلی کے ایک اخبار ''الظفر'' دہلی نے اس کی نقل شائع کر دی تھی۔ باقی فتاویٰ نہ چھپنے کی وجہ سے تاریخ کا حصہ نہ بن سکے اور ہماری دسترس سے باہر ہیں۔

منشی ذکاء اللہ دہلوی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ: ''علامہ فضل حق خیرآبادی نے ۱۸۵۷ء میں جامع مسجد دہلی کے اندر انگریزوں کے خلاف جہاد پر ایک ولولہ انگیز تقریر کی اور اسی روز متعدد علماء کے دستخط کے ساتھ خود علامہ ہی کی تحریک پر ایک فتوائے جہاد جاری ہوا۔''

اسی طرح بریلی میں مولانا رضا علی خاں بریلوی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی، مرادآباد میں مولانا کفایت علی کافیؔ، بدایوں میں مولانا فیض احمد بدایونی وغیرہ نے زبانی یا تحریری فتاویٰ جاری کیے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا جذباتی ماحول تیار کیا۔

(۱۸۵۷ء پس منظر و پیش منظر از مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص: ۳۴، مطبوعہ دہلی ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)

انقلاب ۱۸۵۷ء کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو جنوبی ہند میں انقلاب تو کیا کوئی قابل ذکر جنبش بھی نہیں ہوئی اور نظام حیدرآباد چونکہ انگریز نواز تھے ہی، اس لیے وہ اس سے پہلے بھی حیدر علی اور ان کے بیٹے فتح علی ٹیپو سلطان کے مقابلے میں ہمیشہ انگریزوں کا ساتھ دیتے رہے۔

ادھر دہلی سے متصل صوبۂ پنجاب جو ہمیشہ ہندوستان کا بازوئے شمشیرزن مانا جاتا رہا تھا، یہ بازو نہ جانے کیوں مجموعی طور پر مفلوج رہا، پھر روہیل کھنڈ میں نواب یوسف خاں رام پوری نظام حیدرآباد کی طرح انگریزوں کے وفادار ثابت ہوئے۔ اور مرادآباد وغیرہ میں انقلابیوں کی بیخ کنی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اسی طرح فرخ آباد کے نواب محمد علی بنگش بھی انگریزوں سے ساز باز کر کے اپنا وجود باقی رکھنے میں لگے رہے۔

ہندوستان کے تمام طبقات میں ہندوؤں کے درمیان اگرچہ منگل پانڈے، رام کنور سنگھ، رانی لکشمی بائی، نانا پیشوا، تانتیہ ٹوپے، راجا ناہر سنگھ، راؤ تلارام جیسے جواں مرد اور جیالے نظر آتے ہیں مگر مجموعی طور پر ہندوؤں کے اندر وہ جوش و خروش نہیں تھا جو مسلمانوں کے اندر جگہ جگہ پایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں ہی کو زیادہ نشانہ بنایا اور لاکھوں مسلم عوام کے ساتھ ہزاروں علماء کو پھانسی دی، یا کالے پانی بھیجا، یا انہیں تباہ و برباد کیا۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے اندر جوش و خروش اور جذبۂ جہاد علماء کے فتاویٰ کی بنیاد پر ہی تھا، اور ان کا جذبہ یہ بھی تھا کہ انگریزوں نے مکر و فریب اور ظلم و جارحیت کے ذریعے یہ ملک ہم سے چھینا ہے، اس لیے ہمیں بڑھ کر انگریزوں سے بزور قوت و طاقت دوبارہ اپنی اس

میراث کا وارث بننا ہے، اور اس ملک پر ہمیں اپنی حکومت قائم کرنی ہے۔ حقیقتاً یہی جذبہ کام کر رہا تھا۔

انگریز مجموعی طور پر ہندو اور مسلمان دونوں کا مشترکہ دشمن تھا، کیونکہ ہندو اور مسلمان ہی کی اس ملک میں غالب اکثریت تھی، اور کئی جگہوں پر ہندو اور مسلمان دونوں نے مل کر انگریزوں کے خلاف جنگ کی۔ تاہم ۱۸۵۷ء کے جتنے بھی انقلابی تھے وہ سب کے سب بہادر شاہ ظفر کو ہی اپنا بادشاہ سمجھتے تھے۔ اس لیے رانی لکشمی بائی، نانا پیشوا، تاتیہ ٹوپے وغیرہ نے ''سبز پرچم'' لہرایا تھا۔ یہ ہندوستان کی سب سے بڑی یکجہتی کی مثال ہے کہ غیر مسلم مجاہدین مسلمان حکمراں کے لیے اپنی وفاداری کا ثبوت دے رہے تھے۔ آج کے لوگوں کو تاریخ سے سبق لینا چاہئے اور اپنے کردار و عمل کو درست کرنا چاہئے۔

کئی مؤرخین نے وضاحت کے ساتھ یہ تحریر کیا ہے کہ ۱۹۴۷ء دراصل ۱۸۵۷ء کا تکملہ ہے۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے کے زعما و قائدین کو تحریکی قوت ۱۸۵۷ء ہی سے ملی اور ہندوستان مدتوں بعد آزادی سے ہمکنار رہوا۔

(۱۸۵۷ء پس منظر و پیش منظر از مولانا یٰسین اختر مصباحی، ص: ۳۵)

قارئین کے ذہنوں میں یہاں یہ حقیقت واضح رہے کہ حال کی تاریخ کا ماضی سے بڑا گہرا رشتہ ہوتا ہے اور بہت سی چیزوں کے اثرات و نتائج کسی نہ کسی شکل میں بعد میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہی معاملہ ۱۸۵۷ء اور ۱۹۴۷ء کا بھی ہے۔ چونکہ کوئی بھی تحریک و آندولن کے نتائج فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتے ہیں بلکہ نتائج کے انتظار میں سالوں لگ جاتے ہیں، پھر کہیں جا کر ثمر آور درخت ثابت ہوتا ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ۱۹۴۷ء کی آزادی علمائے کرام اور مسلمانان باجوش اور خاص طور پر مجاہد حریت علامہ فضل حق خیر آبادی اور مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی کے فتویٰ کی مرہون منت ہے۔ چاہے میری اس رائے سے کوئی اتفاق کرے یا نہ کرے۔

آہ! مفتی اطہر نعیمی بھی وصال فرما گئے: محمد سلیم بریلوی

مؤرخہ ۵ رجمادی الآخرۃ ۱۴۴۵ھ / ۱۹ ردسمبر ۲۰۲۳ء بروز منگل شب کو کراچی میں خلیفہ اعلیٰ حضرت، صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کے چہیتے شاگرد و خلیفہ ''جامعہ نعیمیہ'' مرادآباد کے مہتمم اول اور ماہنامہ ''السواد الاعظم'' مرادآباد کے ایڈیٹر، تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کے شہزادۂ اکبر حضرت علامہ مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب قبلہ اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔

ماہنامہ ''سواد اعظم'' دہلی کے مدیر اعلیٰ، حضرت علامہ غلام مصطفیٰ نعیمی صاحب نے بتایا کہ موصوف کی مکمل تعلیم ''جامعہ نعیمیہ'' مرادآباد ہی میں ہوئی تھی۔ تقسیم ہند سے ایک سال پہلے ۱۹۴۶ء میں آپ کی فراغت ہوئی پھر تقسیم ہند کے بعد آپ ۱۹۵۰ء میں کراچی ہجرت کر گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ ''جامعہ نعیمیہ'' کراچی کے صدر مفتی اور دم اخیر تک جامع مسجد آرام باغ کراچی کے خطیب رہے۔ آپ نے ۹۵ رسال کی لمبی عمر پائی تھی۔ سال بھر پہلے آپ کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا جس کے بعد آپ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ ۲۰ ردسمبر کی صبح میں آپ کی نماز جنازہ آپ کے پوتے کی امامت میں ادا کی گئی اور پھر آپ کو آپ کے والد گرامی، تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ کے مزار میں ہی دفن کر دیا گیا۔ آپ کی خصوصیت یہ تھی کہ موجودہ وقت میں آپ ہی حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے آخری شاگرد و خلیفہ اور حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے آخری باحیات مرید باقی رہ گئے تھے۔ افسوس! اب یہ بھی چلے گئے۔ آپ ایک باصلاحیت، متحرک و فعال، دینی و مسلکی درد رکھنے والے ایک خوبرو اور وجیہ عالم اہل سنت تھے۔ آپ ''پاکستان رویت ہلال کمیٹی'' کے سابق چیئرمین بھی تھے۔ حضرت سبحانی میاں صاحب قبلہ نے ایصال ثواب کر کے دعائے مغفرت و اظہار افسوس کیا۔

غریب نواز پر الزام تراشی۔سازش پرانی اور تیاری پوری

از۔مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی، روشن مستقبل دہلی

زیادہ دن نہیں گزرے جب بدنام زمانہ نیوز اینکر امیش دیوگن نے ایک ڈبیٹ شو میں خواجہ غریب نواز کو" آکرانتا" (حملہ آور) کہہ کر توہین کی تھی۔وقتی طور پر ہمارے لوگوں کو غصہ آیا، مختلف مقامات پر مقدمات درج کرائے اس کے بعد گویا سبھی اپنی ذمہ داریوں سے فارغ ہوگیے لیکن بعد میں ان مقدمات کا کیا ہوا کسی نے جاننے کی کوشش نہیں کی۔امیش دیوگن آج تک کسی بھی قانونی گرفت سے پوری طرح آزاد ہے۔ہماری اسی لاپرواہی سے حوصلہ پاکر" نوپور جے شرما" نام کی ایک بدزبان عورت نے خواجہ غریب نواز کی ذات پر ہندو عورتوں کے قتل اوران کے ساتھ زنا کرنے جیسا گھناؤنا الزام لگا کر مسلمانان ہند کی سب سے مقدس ہستی پر کیچڑ اچھالنے کی ہمت کر ڈالی۔

سازش اور پس منظر: غریب نواز کی ذات پر ہندو خواتین کے قتل اور الزام زنا کو استثنائی واقعہ یا کسی ایک بدزبان کی بدزبانی نہ سمجھا جائے، آر ایس ایس سے وابستہ کوئی بھی فرد بغیر کسی منصوبہ بند پلاننگ کے اتنا بڑا اقدم نہیں اٹھا سکتا۔لمبے وقت سے مختلف تنظیمیں مسلم دشمنی کے ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں۔کوئی بھاشن وتقریر کے ذریعے زہر پھیلاتا ہے، کچھ لوگ کتھاؤں کے ذریعے اسلام دشمنی بڑھاتے ہیں تو کچھ لوگ صحافت کے ذریعے مسلم مخالف جذبات بھڑکانے کا کام کرتے ہیں۔

نوپور جے شرما کا تعلق اس طبقے سے ہے جو صحافت کے نام پر مسلم مخالفت کا زہر پھیلاتا ہے۔"اوپ انڈیا" (opindia.com) ایک پروپیگنڈہ ویب پورٹل ہے جسے مسلم دشمنی کی نشر و اشاعت ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔یہ ویب سائٹ لگاتار مسلمانوں کے خلاف خبریں اور مضامین شائع کرتی ہے۔خبروں کو توڑ مروڑ کر پھیلانا اور مسلمانوں کی کردار کشی کرنا اس کا بنیادی کام ہے۔نوپور اسی کی ایڈیٹر ہے۔اس نے جس بے خوفی کے ساتھ الزام تراشی کی ہے اسے دیکھ کر لگتا ہے کہ یہ لوگ اب اس الزام کو پوری شدت کے ساتھ اٹھائیں گے۔کیوں کہ اب شاید انہیں یہ یقین ہو چلا ہے کہ اس کے خلاف مسلمان کوئی سخت ری ایکشن نہیں دے پائیں گے۔یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ جب جون 2020 میں امیش دیوگن نے غریب نواز کی شان میں توہین کی تھی تو اس ویب پورٹل پر 17 جون کو ایک اسٹوری پبلش ہوئی تھی جس میں معذرت خواہانہ لہجہ اپناتے ہوئے اسے انجانے میں ہوئی ایک بھول قرار دیا گیا تھا۔جو نیوز پورٹل دو سال پہلے کی گئی گستاخی کو بھول مان رہا تھا آج اسی کی ایڈیٹر نہایت ڈھٹائی کے ساتھ امیش دیوگن سے بھی چار قدم آگے بڑھ کر خواجہ صاحب کی شان میں شدید ترین گستاخی کر رہی ہے تو اسے محض ایک بدزبان کی بدتمیزی نہ سمجھا جائے اس کے پیچھے منصوبہ بند سازش ہے۔جس کا بنیادی مقصد بزرگان دین کی عزت وعظمت کو مشکوک اور متنازعہ بنانا ہے۔

سازش پرانی ہے: آج سے قریب 13 سال پہلے دلی کے پرگتی میدان میں منعقد عالمی کتاب میلے میں گشت کرتے ہوئے ایک ہندی پبلشر کے اسٹال سے کچھ کتابیں خریدیں۔ کتابیں کھنگالتے ہوئے ایک ایسی کتاب بھی نگاہ سے گزری جس کا اس وقت تصور بھی نہیں تھا۔ عموماً مسلمانوں میں یہ مانا جاتا ہے کہ متشدد لوگ بھلے ہی مسلمانوں سے دشمنی رکھیں لیکن مزاروں اور آستانوں سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ لیکن اس کتاب نے اس تصور کو سخت جھٹکا دیا، کتاب کا نام تھا:

''صوفیوں دوارا بھارت کا اسلامی کرن''

اس کتاب کے مصنف ''پروشوتم'' نے اس کے علاوہ ایسے ہی عناوین پر کچھ اور کتابیں بھی لکھی ہیں جن کا مرکزی عنوان بھی ایسا ہی ہے۔ اس کتاب کا مصنف صوفیائے کرام کے متعلق یوں اظہار خیال کرتا ہے:

''سن 1000 عیسوی کے بعد بھارت کے اسلامی کرن کا جو دوسرا دور شروع ہوا اس میں ایک طرف تو محمود غزنوی سے دوسرے بہت سارے حملہ آور تلوار اور قرآن لیکر بھارت میں گھسے یا ان کے وارثوں نے بھارت میں تلوار کے زور پر اسلام کی توسیع کی۔ دوسری جانب صوفی لوگ منہ پر قوالی، وظیفے، کرامتوں کے دعوے اور بغل میں قرآن وتلوار لیکر آئے۔'' (صوفیوں دوارا بھارت کا اسلامی کرن ص:۲)

دوسری جگہ لکھتا ہے:

''جب علاؤالدین خلجی نے جنوبی ہند میں ''دیوگری'' پر فتح حاصل کی تو سیکڑوں صوفیوں نے وہاں جا کر اپنی خانقاہیں قائم کر لیں اور تبدیلی مذہب کے کام میں لگ گیے۔ ان میں سے کچھ نے کھل کر ہندوؤں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اتنے ہندوؤں کا قتل کیا کہ ان کے نام کے ساتھ قتال اور کفار بھنجن جیسا لفظ جڑ گیا۔'' (ایضاً ص 2)

ان دو اقتباسات سے آپ صوفیا اور خانقاہوں کے بارے میں ان کی سوچ اور فکر کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ اقتباسات کسی وقتی جذبات کا اظہار یہ ہیں، ان کے پس پشت ان کا مطالعہ اور بعد مطالعہ مغالطے کی بھر پور محنت شامل ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے بنگال کے مشہور صوفی بزرگ ''شاہ جلال الدین مجرد یمنی'' (670-740ھ) کو ''لڑاکو صوفیوں'' کا نمایاں نام قرار دیا ہے۔ کیوں کہ جنگ سلہٹ (1303ء) کے وقت شیخ جلال اور ان کے مریدین وہاں قیام پذیر تھے اور سکندر خان غازی نے ''راجا گووند گوڑ'' کو شکست سے دو چار کر کے وہاں اسلامی سلطنت قائم کی۔ اس کے علاوہ اس شخص نے سید سالار مسعود غازی بہرائچ، شیخ جلال الدین تبریزی آسام، قطب العالم شیخ نور الدین بنگال، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اتر پردیش، شیخ نورالدین نورانی چرارے شریف کشمیر، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، میر سید علی ہمدانی کشمیر، شیخ نظام الدین اولیا دہلی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی، شیخ شہاب الدین سہروردی علیہم الرحمہ جیسے بزرگوں کا تذکرہ بایں طور شامل کتاب کیا ہے کہ ان لوگوں نے چھل فریب اور تلوار کے زور پر ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنایا ہے۔ یہ متعصب مصنف حضرت خواجہ غریب نواز کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں کہ اس شخص [خواجہ غریب نواز] نے بھارت کے اسلامی کرن میں کتنا اہم کردار ادا کیا ہے اور اپنے انتقال کے 800 سال بعد بھی کر رہا ہے۔''

اپنی کتاب میں پروشوتم نے تذکرہ اولیا پر مشتمل سیر الاقطاب، سیر الاولیا، گلزار ابرار، سیر العارفین اور آثار الصنادید جیسی کتابوں کا حاصل مطالعہ اور اقتباسات پر فریب انداز میں پیش کیے ہیں۔ جس سے آپ اس کی مطالعاتی محنت اور عیاری کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

کاش سازش کو سمجھا ہوتا: جس زمانے میں مغرب کی اتباع میں بھارت میں اسلام کو ''صوفی اسلام اور وہابی اسلام'' میں تقسیم کیا جارہا تھا اس وقت کچھ لوگ بڑے خوش تھے کہ اب صوفیوں کے دن پھرنے والے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے برساتی گھاس کی طرح صوفی تنظیمیں اگنے لگیں۔ جا بجا صوفی سیمینار اور صوفی سمپوزیم ہونے لگے۔ تصوف کا نام لیکر اسلام دشمنوں سے گلبہایاں ہونے لگیں۔ مسلم مخالفین کی چادریں لیکر مزاروں کے دورے شروع ہوگیے۔ کاش انہیں سمجھ ہوتی کہ جو اسلام کا دشمن ہو وہ تصوف کا دوست کس طرح ہوسکتا ہے؟ جو ہمارے مذہب سے دشمنی رکھتا ہو وہ مسلک سے محبت کیوں کرے گا؟

مسلک ہو کہ مشرب، دونوں ہی مذہب ہی کا جز اور حصہ ہیں جب مذہب ہی پسند نہیں ہے تو مسلک سے پسندیدگی صرف فریب ہے، سچائی نہیں۔ لیکن ہمارے جذباتی لوگوں کو بات سمجھ نہیں آئی، ایک چادر لیکر اور اپنی گاگر بھر کر انہیں لگا کہ میدان مار لیا، بس مسلم مخالفین کو حامیان تصوف بتا کر روشن مستقبل کے خواب سجا بیٹھے۔ انہیں لگتا تھا کہ بڑے بڑے منصب بس ملنے ہی والے ہیں لیکن مخالف مخالف ہی ہوتا ہے۔ اس لیے اب انہوں نے اپنا اصلی رنگ دکھانا شروع کر دیا ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی ذات پر حملہ اسی ذہنیت کا پیش خیمہ ہے۔

خوب یاد رکھیں: ان کی تیاری پوری ہے۔ ان باتوں کو جذباتی باتوں سے کاؤنٹر نہیں کیا سکتا۔ اگر کسی نے رسمی وروایتی انداز میں صوفیا کا دفاع کرنا چاہا تو منہ کی کھائے گا کیوں نے ہم نے بھلے تذکرۂ صوفیا کی کتابیں نہ پڑھی ہوں لیکن انہوں نے بھرپور مطالعہ کر رکھا ہے۔ وہ مطالعے کی روشنی میں ثابت کر دیں گے کہ کتنے صوفیا جنگوں میں شامل تھے اور کتنے صوفیا نے کتنے لوگوں کو کفر سے اسلام میں داخل کیا۔ اس لیے ایکتا، محبت اور گنگا جمنی تہذیب جیسی باتوں سے انہیں خاموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیے آپ کو یقین واعتماد کے ساتھ صوفیا کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے قبول اسلام کے حقیقی اسباب بیان کرنا ہوں گے۔ تبدیلی مذہب کے بنیادی اسباب وعلل پر فاضلانہ گفتگو ضروری ہوگی۔ اگر بکمال حکمت ان موضوعات کو سنبھالا گیا تو یقیناً دشمن کا ہر وار ناکام ہوگا لیکن کوری جذباتیت یا خوشامدی لہجہ اپنایا گیا تو ناکام بھی ہوں گے اور ذلت وخواری بھی اٹھانا پڑے گی۔

افسوسناک پہلو: آر ایس ایس جیسی تنظیمیں اپنی ۱۰۰ رسالہ مشق وریہرسل کے بعد پوری تیاری کے ساتھ اسلام اور مسلمانان ہند پر حملہ آور ہو چکی ہیں۔ مگر افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہماری قیادت بالکل خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ ہماری تیاری کیا ہے اس سلسلہ میں ہمارے قائدین بالکل آنکھیں مودے ہوئے ہیں۔ خواجہ صاحب کی شان میں حالیہ گستاخی کے سلسلہ میں کسی بھی بڑی جگہ سے کوئی آواز بلند نہ ہونا ہماری قیادت کے خاموش تماشائی بنے رہنے کا ایک واضح استعارہ ہے۔

استغاثۂ مبارکہ بحضور سرکار غوثیت مدار رضی عنہ اللہ الغفار

از۔ تاج العلماء حضرت مفتی سید شاہ اولادرسول محمد میاں قادری برکاتی، مارہرہ مقدسہ

الغیاث اے محیِ دیں، اے شاہِ جیلاں الغیاث
الغیاث اے غوث اعظم، قطب دوراں الغیاث

جوش پر بحرِ فتن عرّش کناں ابرِ محن
ناؤ ہے اپنی بھنور میں آہ! گرداں الغیاث

شامت اعمال ہے اپنی نمایاں اس طرح
نفس خودسر، قلب مضطر، عقل حیراں الغیاث

رہزنان دین کا چاروں طرف سے ہے ہجوم
ہاتھ سے جانے نہ پائے دین و ایماں الغیاث

تیرگیِ کفر و بدعت بڑھ رہی ہے ہر گھڑی
آفتاب حق، نہ ہونے پائے پنہاں الغیاث

مصطفیٰ کی شان میں گستاخیاں، بے باکیاں
دیو کے بندے اسے کہتے ہیں ایماں الغیاث

خود خدا کو ظالموں نے صاف جھوٹا کہہ دیا
اس پہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں اہل عرفاں الغیاث

باعث تذلیل دیں ہیں دین کے یہ مدعی
کفر ہنستا ہے کہ یہ کیسا ہے ایماں الغیاث

''کانگریس''اور''لیگ'' کی ہے کشمکش چاروں طرف
شرک و بدعت کے ہیں نرغے میں مسلماں الغیاث

اُس (کانگریس) کا ہے یہ مدعا مسلم بنیں مشرک غلام
انقیاد اہل بدعت اس (لیگ) کا ارماں الغیاث

قادیانی، رافضی اور نیچری، ندوی سبھی
ہیں ہمارے پھانسنے کا باندھے پیماں الغیاث

رہبرانِ دین و ملت سمجھے جاتے ہیں وہ آج
مقتدا اور پیشوا ہے جن کا شیطاں الغیاث

بھولی بھیڑوں (سنیوں) کی سمجھ پر ایسے پردے ہیں پڑے
بھیڑیوں کو ہیں سمجھتی اپنا نگراں الغیاث

مل کے ماریں، گھس کے پھاڑیں ایسے پُرفن بھیڑیے
بھولی بھیڑوں کے ہیں بنتے وہ نگہباں الغیاث

المدد اے محیِ دیں! سنی نہ پھنس جائیں کہیں
چل نہ جائے ان پہ ان کا مکر پنہاں الغیاث

تیرے جد پاک کی سنت پہ یہ قائم رہیں
چھوٹنے پائے نہ ان سے تیرا داماں الغیاث

ڈال کر جو خاک دین پر بن گئے ہیں خاکسار
ان کے دھوکے میں نہ آئیں اہل ایقاں الغیاث

دین سے آزاد ہو کر جو بنے احرار ہیں
پھنس نہ جائیں جال میں ان کے مسلماں الغیاث

تیرے ہی در کا تو کتا ہے فقیر قاسمی
درد کا اس کے بھی ہو للہ! درماں الغیاث

(ماخوذ از۔احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ [۱۳۵۸ھ]، مصنفہ شیر بیشۂ سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ، ص۴۰)

منقبت درشان خاتم الاکابر، مرشد اعلیٰ حضرت، حضرت سید آل رسول مارہروی قدس سرہ

از۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ

یا الٰہی برائے آل رسول — دل میں بھرو سے دلائے آل رسول
سوکھے دھانوں پہ بھی برس جائے — ابرِ جود و سخائے آل رسول
سرہے قربان تجھ پہ آنکھوں سے — آنکھیں سر سے فدائے آل رسول
سحق نعلین، رگڑا آنکھوں کا — طوطیا خاکپائے آل رسول
تیزیِ مہر حشر کا کیا خوف — میں ہوں زیر لوائے آل رسول
تاج والوں کو تاج عزت ہے — خاک نعلین پائے آل رسول
ٹھوکروں پر نہ ڈال غیروں کی — تیرے قدموں میں آئے آل رسول
میری بگڑی بنی ہے تیرے ہاتھ — تو ہی بگڑی بنائے آل رسول
تجھ سے جس کو ملا، ملا پیارے — تجھ سے جو پائے پائے آل رسول
تیرا باڑا ہے بٹ رہا جگ میں — تو ہی دے یا دلائے آل رسول
جھولی پھیلائے ہے ترا منگتا — بھر دے داتا برائے آل رسول
در سے اپنے نکر اسے دُر دُر — دردے دُر کر رضائے آل رسول
دورہو دَور دورا دوری کا — دور پھر یہ نہ آئے آل رسول
دے دے چمکار کر کوئی ٹکڑا — سگ درکو رضائے آل رسول
بے گھرے در بدر بھٹکتے ہیں — دے ٹھکانا برائے آل رسول
تلخیاں ساری دور ہو جائیں — میٹھے شربت پلائے آل رسول
ہیں رضا غوث کے قدم بقدم — ہیں قدم ان کے پائے آل رسول
جس نے پائے کو تیرے پایا ہے — کہہ اٹھا میں نے پائے آل رسول

انہیں قدموں کے نیچے ہے جنت — اور قدم ہیں بہ پائے آل رسول
اِن کی سیرت ہے، سیرت نبوی — اِن کی صورت لقائے آل رسول
اِنکے جلووں میں اُنکے جلوے ہیں — ہر ادا ہے ادائے آل رسول
ہے بریلی بھی آج مارہرہ — اعلیٰ حضرت بجائے آل رسول
قادریوں کا ہے لگا میلہ — ہے تماشا ضیائے آل رسول
نوری مسند پہ نور کا پتلا — اچھا ستھرا رضائے آل رسول
چترے رحمت کا شامیانہ ہے — سر پہ ہے یا ردائے آل رسول
عرس شادی رچی برات سجی — بنا دولہا رضائے آل رسول
ہیں پروں سے کئے ہوئے سایہ — پرے قدسی جمائے آل رسول
ہیں گھٹا ٹوپ رحمتیں چھائیں — یا ہے ظل ہمائے آل رسول
برکاتی برات کا دولہا — شاہ احمد رضائے آل رسول
برکاتی بہار کا سہرا — تیرے سرہے رضائے آل رسول
قادریت دلہن بنی، نوشاہ — شاہ احمد رضائے آل رسول
نور کا حلہ، جوڑا شاہانہ — نوری جامہ، قبائے آل رسول
نور کی چہرے پر نچھاور ہے — صدقے ہم سب گدائے آل رسول
بیل میری بھی اب منڈھے چڑھ جائے — صدقے حامد رضائے آل رسول

(ماخوذ از۔ ماہنامہ یادگار رضا جلد ا شمارہ ا ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ ص ۳۰ تا ۳۱)

☆

تبلیغ اسلام

از۔تاج العلماء حضرت مفتی سید شاہ اولادرسول محمد میاں قادری برکاتی، مارہرہ مقدسہ

صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں مارہروی علیہ الرحمہ کے فرزندو جانشین، تاج العلماء حضرت علامہ مفتی سید شاہ اولادرسول محمد میاں قادری برکاتی قاسمی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے والہانہ محبت اور اعلیٰ حضرت ان سے بے انتہا الفت وانسیت رکھتے تھے۔آپ کے زمانہ میں بہت سارے داخلی اور خارجی فتنوں نے سر اٹھایا جن کی سرکوبی میں متحرک و فعال رہنے والی ہر تحریک میں آپ اس وقت پیش پیش رہا کرتے تھے۔آپ ایک بافیض شیخ طریقت، بہترین مؤرخ، باصلاحیت عالم و مفتی، صاحب طرز ادیب، دور اندیش مفکرو دانشور اور ایک کامیاب ترین مصلح و داعی تھے۔مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت اور تبلیغ اسلام کے تئیں ہمہ وقت فکر مند رہتے جس کا اندازہ آپ کے اس مضمون کی ہر سطر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔تبلیغ اسلام کے میدان میں کوتاہی و تساہلی برتے جانے پر آپ کتنے بے چین و مضطرب تھے اس کی جھلکیاں مضمون کے ایک ایک حرف سے ظاہر ہوتی نظر آرہی ہیں۔آپ کا یہ فکر انگیز اور گراں قدر مضمون ماہنامہ ''یادگار رضا'' جلد ا، شمارہ ۱راور ۲رکے صفحات پر دو قسطوں میں شائع ہوا تھا جسے پڑھ کر راقم کو یہ محسوس ہوا کہ شاید ہمارے زمانہ کے موجودہ حالات کے لیے بھی موصوف علیہ الرحمہ نے یہ مضمون تحریر فرمایا تھا۔موجودہ حالات پر یہ مضمون ٹھیک ویسا ہی منطبق ہورہا ہے جیسا کہ ان کے زمانہ میں منطبق تھا۔اس مضمون کی اسی اہمیت و افادیت کے پیش نظر ہم ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں اسے ''قندمکرر'' کے طور پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔(محمد سلیم بریلوی)

جہالت اور دنیا طلبی نے جہاں ہمیں اور کثیر احکام دین سے ناآشنا کر رکھا ہے وہاں فریضۂ تبلیغ سے بھی ہم ایسے غافل ہوئے ہیں کہ خدا کی پناہ۔وہ تو بے شمار شکر کریں اور احسان مانیں ہم اپنے اس مالک بے نیاز، کریم کارساز کا جس نے ہمیں اسلام سا پیارا پیارا سچا دین برحق دیا۔جس کے اصول و فروع میں، فرائض و احکام میں اس کے بنانے والے نے کچھ ایسی دل کشی اور جذبہ قلوب کی کشش مقناطیسی ودیعت رکھی ہے کہ جو صاحب بصیرت اس کے جمال دلربا پر ایک نظر بھر کر ڈال لیتا ہے وہ بتوفیقہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے اس کا والا و شیدا ہوجاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی جب کہ اس اہم دینی فریضۂ تبلیغ سے ہماری سستی اور کاہلی کا یہ عالم ہے کہ ہم اپنے دین متین کے محاسن اور فضائل عالم کو سنانے کے لیے زبان تک ہلانا گراں سمجھتے ہیں، سچا دین فطرت اپنے سراپا مجموعۂ حسن و خوبی ہونے کی وجہ سے جنگل میں بسنے والے اجڈ اور جاہل و گواروں تک کے پتھر قلوب کو اپنے الٰہی انوار سے روشن کرتا چلا جاتا ہے اور بہتیرے وہ اکھڑ و وحشی و بن مانس جن کے اوضاع و اطوار و رفتار و گفتار انسان اور دوسرے حیوانات و بہائم کی ایک جنس مشترک ہونے کے منطقی مسئلہ کی زندہ شہادت ہیں، اسلام کے دل نشیں و سادہ اصول فطرت کو نظر بھر دیکھتے ہی اس کے حلقہ بگوش بن جاتے ہیں اور اسلام کی اس قوت تسخیر کو دیکھ کر عیسائیت وغیرہ کے ان مبلغین کی آنکھیں پھٹ کر رہ جاتی ہیں جو اپنے مذہب کی بہت کچھ ظاہری طمطراق اور نمائشی زیبائش و آرائش کی جان توڑ کوشش کے ساتھ پیش کرنے کے باوجود اسلام کے مقابلہ میں ناکام رہے ہیں۔

یہ سب اسلام کی اس زبردست کشش کا نمونہ ہے جو خدا نے اس کی فطرت میں ودیعت رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو ایسے پُر

فتن زمانہ میں اور ہماری اس شدید بدترین غفلت و بے پرواہی اور اعدائے دین کے اس چوطرفہ نرغہ کے باوجود آج بھی ''یدخلون فی دین اللہ افواجا'' کے سچے ارشاد خداوندی کے جلوے دنیا کو نظر آتے رہتے ہیں۔ ورنہ اگر کہیں دوسرے مذاہب موجودہ کی طرح اسلام کی نشرواشاعت بھی محض ہماری ہی رہین سعی ومحنت ہوتی تو آج سے نامعلوم کس قدر پہلے قیامت قائم ہوچکی ہوتی اور یہ دنیا کب کی اللہ اللہ کہنے والوں سے خالی ہوگئی ہوتی اور ہم غفلت شعار کب کے اپنے ساتھ اپنے دین متین کو بھی صفحۂ عالم سے ناپید کرچکے ہوتے۔

مگر یقیناً اس کے معنی یہ تو نہیں کہ ہم اپنے دین متین کی تبلیغ واشاعت میں غفلت اور بے حسی برتیں اور نہ صرف ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہیں بلکہ زبانیں تک گونگی بنالیں بے شک یہ سچ ہے کہ ''ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر'' (یعنی) اسلام کا قادر مقتدر خدا اپنے دین کی نشرواشاعت، تائیدواعانت کبھی ایسے شخص سے بھی گردن پکڑ کر کرالیتا ہے جو اسلام سے سرکش وباغی ہو۔

مگر کیا (مندرجہ ذیل) ان ارشادات ربانی کے ضروری التعمیل ہونے سے کسی ایماندار کو گنجائش انکار ہے:

''ولتکن منکم یدعون الی الخیرویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئك ھم المفلحون''۔

(آل عمران)

وقال عزوجل: "واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوالکتاب لتبیننہ للناس ولاتکتمونہ"۔

(آل عمران)

(۱۔یعنی) اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی (اسلام کما فی الجلالین) کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔

(۲۔یعنی) اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا۔

(ترجمہ رضویہ)

یہ صحیح ہے کہ خدا اسلام کی اشاعت ایسے غیبی ذرائع سے بھی فرماتا ہے جو ہمارے ذہن میں بھی نہیں گزرتے مگر اس کے ساتھ اس سے کسے انکار ہوسکتا ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے اور یہاں کے ہر کام کو اللہ عزوجل نے ایک سبب سے مربوط فرمایا ہے اور اس عالم اسباب میں اس کار تبلیغ کی ذمہ داری حسب فحوائے آیات کریمۂ مذکورۂ بالا، ہماری کوشش کے سر ہے۔

ولہٰذا۔ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی صحیح بخاری میں ارشاد ہوا:

بلغوا عنی ولو آیۃ۔

(الحدیث)

(یعنی) مجھ سے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

نیز فرمان رسالت ہے:

والذی نفسی بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر لیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عذاباً من عندہ ثم لتد عنہ ولا یستجاب لکم۔

(رواہ الترمذی عن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی المشکوۃ)

(یعنی) قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے البتہ ضرور ضرور تم معروف کا حکم دو گے اور منکر سے منع کرو گے یا

یہ کہ اللہ عزوجل ضرور جلد تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیجے گا پھر تم (اس سے نجات پانے کے لیے) البتہ ضرور دعا کروگے مگر وہ تمہارے حق میں قبول نہ ہوگی۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

خیرالامم کا لقب جو اس امت کا طغرائے امتیاز ہے، وہ اسی امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کا کہ جس کا دوسرے لفظوں میں نام ''تبلیغ اسلام'' ہے، رہین منت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله۔

(آل عمران)

(یعنی) تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(ترجمہ رضویہ)

(ماخوذ از ماہنامہ یادگار رضا جلد ا شمارہ ا ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ ص ۱۵ تا ۱۷۔ قسط اول)

(لاحق بسابق)

تفسیر خازن میں آیت کریمۂ مذکورہ کی تفسیر میں ہے:

"[تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر]: هذا كلام مستانف والمقصود منه بيان علة تلك الخيرية وكونهم خير امة كما تقول: زيد كريم يطعم الناس ويكسوهم ويقوم بمصالحهم۔ "والمعروف": هوالتوحيد۔ "والمنكر": هوالشرك۔ والمعنى: تأمرون الناس بقول لا اله الا الله وتنهونهم عن الشرك"۔

یعنی ارشاد باری تعالیٰ: ''تأمرون بالمعروف'' الخ کلام ابتدائی ہے اور اس سے مقصود اس امت کے خیرالامم ہونے کی علت اور سبب کا بیان کرنا ہے جیسا کہ تم کہتے ہو ''زید کریم ہے، اس لیے کہ لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے اور کپڑے پہناتا اور ان کے حوائج و مصالح کا تکفل کرتا ہے'' اور معروف سے مراد توحید اور منکر سے مراد شرک ہے اور معنی آیت کریمہ یہ ہیں کہ تم بہترین امت ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، حکم کرتے ہو لوگوں کو لا الہ الا اللہ کہنے کا اور روکتے ہو انہیں شرک سے۔

ایسے ہی ارشادات کی تعمیل میں ہمارے اسلاف کرام کا ایک ایک فرد بجائے خود مبلغ اسلام بنا ہوا تھا۔ علمائے کرام، صوفیائے عظام کے مقدس گروہ کا تو تبلیغ اسلام خاص مقصد حیات تھا ہی اور آج بھی مخالفین اسلام کے دعاوی کے علی الرغم تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ اطراف اکناف عالم میں تبلیغ اسلام کا مقدس فرض زیادہ تر اسی برگزیدہ طبقہ کے پرسکوں روحانی قوتوں کے ذریعہ انجام پذیر ہوا ہے اور انہیں۔ لوہے کی تلوار اور نیزہ سے خالی ہاتھ۔ مجاہدین اسلام نے کٹر سے کٹر کفار و مشرکین کے خرمن کفر و شرک کو اپنے عشق و محبت الٰہی کی روحانی آگ سے بھسم کر کے ان کے قلوب کو ایمان و توحید کے انوار سے ایسا روشن اور مجلی فرما دیا ہے کہ ان کی ضیا ایک عالم پر آج بھی ضیا بار ہے۔

مگر تبلیغ اسلام کچھ اسی مقدس گروہ پر منحصر نہیں تھی بلکہ ہمارا ہر ادنیٰ و اعلیٰ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق قولاً و عملاً اس فریضۂ دینی کو انجام دیتا تھا۔ ہمارے تاجر جو ممالک دور دراز میں تجارت کے لیے جاتے تھے، اپنے مال تجارت کے ساتھ اسلام کی دولت گراں مایہ سے بھی ان ممالک کے باشندوں کو مالا مال کرتے تھے۔ ہمارے اہل حرفت کے

ہاتھ پاؤں اگر اپنے پیشہ کا کام انجام دیتے تھے تو ساتھ ساتھ (ان کی) زبان (بھی) حق کا اعلان کرتی جاتی تھی۔ جانیں خرچ کر سکنے والے اس راہ میں اپنی جانیں قربان کرتے تھے اور کھنے والے خدا کی راہ میں اس کے دین کی تبلیغ واشاعت میں خدا ہی کے دیئے ہوئے مال وزر کو دل کھول کر خرچ کرنا اپنی سعادت دارین جانتے تھے۔

غرض ہر شخص اپنی اپنی لیاقت کے مطابق دامے، درمے، قلمے، قدمے، سخنے۔ جس سے جس طرح بن پڑتا تھا اس فریضۂ دینی کی انجام دہی میں دریغ نہ کرتا تھا۔ جو لوگ اور کسی طرح اس فریضہ کے انجام دینے کی لیاقت نہ رکھتے تھے وہ بھی اسلام کے احکام کی عملی تعمیل و ادائیگی سے ناواقفوں کو اسلامی احکام کے محاسن و فضائل، سادگی و پاکیزگی، سہولت ونفاست دکھا کر ایک حد تک اس فرض کی بجا آوری کر ہی لیتے تھے۔

مگر وائے برحال ما کہ تبلیغ دین واشاعت اسلام میں اپنی جان و مال صرف کرنا تو الگ رہا، آج ہمارے علما دین کی خدمت و صحبت سے دوری بلکہ نفرت اور علم دین سے روز افزوں جہالت اور احکام دین کی بجا آوری سے دن دونی اور رات چوگنی سستی وغفلت نے ہمیں اس لائق بھی نہیں رکھا کہ احکام دین کی عملی تعمیل سے اغیار کو اسلام کے محاسن وفضائل پر نظر ڈالنے کا موقع دے کر تبلیغ اسلام کی وہ سہل ترین صورت ہی کہ جس میں ذرا بھی نہ جان جوکھوں، نہ ایک حبہ کا خرچ، ادا کر کے اس اہم دینی فریضہ سے کچھ عہد برائی کر لیں۔

ایسی حالت میں یہ اسلام کے صدق وحقانیت کا ایک واضح وروشن برہان ہے جو وہ آج بھی محض تائید غیبی و مدد ربانی سے کروڑہا قلوب کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہے اور برابر کثیر در کثیر تشنہ کامان بادۂ ہدایت کو اپنے جام عرفان و توحید سے سیراب کرتا رہتا ہے۔ مگر ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ہم اپنے ایسے دین متین کو کہ جس نے ہماری فلاح دارین کا ذمہ اٹھایا اور جس کے احکام اوامر و نواہی پر عمل درآمد قطعاً دنیا میں عزت اور عقبیٰ میں اللہ عزوجل کی رحمت ومغفرت کا سبب ہے، اس طرح چاروں طرف سے اعدائے اسلام کے شدید ترین نرغوں میں دیکھ کر بھی غفلت کی نیند سے نہیں چونکتے اور اُس پر سے دشمنان دین کے حملوں کی مدافعت کے لیے کہ جس میں خود ہمارا راز حیات مضمر ہے، ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے اور اب بھی علم دین سیکھ کر احکام دین سے واقفیت اور ان کی تعمیل اور دوسروں میں ان کی نشر واشاعت، ترغیب وتبلیغ کی جدوجہد نہیں کرتے۔

ہم خود اپنے ہی ملک اور اپنے ہی شہروں، بستیوں میں آئے دن یہ روح فرسا، مناظر دیکھتے ہیں کہ دشمنان دین بہت سے جہال کو کہ جو مسلمان کہلاتے ہیں، اُن کی احکام دین سے جہالت اور اپنے طرح طرح کے مکروفریب اور زور وزر کے دباؤ اور لالچ سے مرتد بناتے چلے جاتے ہیں، مگر ہمارے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔ ہم فضولیات ومحرمات میں اڑا دینے کے لیے لاکھ کو لیکھ برابر نہیں سمجھتے اور سخت سے سخت جاں فرسا مسائل و مشکلات نہایت خوش خوش برداشت کرتے ہیں مگر دین کی خاطر ہم لیکھ کو لاکھ اور رائی کو پہاڑ بنا لیتے ہیں اور وہمی مشکلات دل سے گڑھ گڑھ کر اُن سے خواب میں چونک چونک پڑتے ہیں۔

افسوس مسلمانو! آج تمہاری یہ کیا حالت ہو گئی؟ کیا تمہارے ہی اسلاف میں ایسے برگزیدہ نفوس نہیں ہو گزرے جو علم دین اور وہ بھی محض ایک حدیث سننے کی خاطر سخت دشوار گزار اور کٹھن

منزلوں کی بادیہ پیمائی محض اس لیے گوارا کیا کرتے تھے کہ علم دین اور وہ بھی صرف ایک حدیث ان کو مل جائے؟۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مسجد دمشق میں ایک صاحب حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ سے محض اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے پاس حضور سرکار رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی ایک حدیث ہے، اُسے آپ سے سنوں ۔اس کے سوا اور کوئی حاجت مجھے یہاں نہیں لائی۔

(مشکوٰۃ شریف)

خیال فرمائیے! مدینہ منورہ حجاز شریف میں اور دمشق شام میں ۔کس قدر طویل منزلوں کا فاصلہ اور عرب کا سا دشوار گزار کوہستانی ملک اور اب سے سینکڑوں برس پہلے کا زمانہ۔اس وقت کے ایسے ملک کے اس قدر طولانی سفر کا تصور بھی کرتے ہوئے اب ہماری سی پست ہمتیں جھجکتی ہیں مگر اس زمانہ کے سچے مسلمان تحصیل علم دین کے سچے ذوق وشوق میں صرف ایک حدیث سننے کی خاطر ان سب صعوبتوں اور مصیبتوں کو نہایت خوشی خوشی جھیل جاتے تھے۔بات یہ تھی کہ وہ آدمی ہی اسے جانتے تھے کہ جو عالم ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا ''من الناس ''۔(یعنی) آدمی کون ہیں؟

فرمایا:''العلماء''(یعنی) علما۔

(احیاء العلوم)

پھر یہی نہیں کہ انہیں خود عالم بننے کا اس قدر شوق ہو بلکہ دوسروں کو عالم بنانے اور دین پہنچانے کا بھی انہیں اس درجہ ذوق تھا کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بار شہر ''عسقلان'' تشریف لے گئے اور وہاں تین دن تشریف رکھی مگر اس عرصہ میں کوئی شخص ان سے کوئی دینی مسئلہ پوچھنے، دین کا علم حاصل کرنے نہ آیا۔تو حضرت نے بعض حضار مجلس سے فرمایا: ہمیں کوئی سواری کرایہ کر دو تا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔اس شہر میں معلوم ہوتا ہے کہ علم مر جانے والا ہے۔اس لیے کہ کوئی علم دین کا سائل نہیں۔تو ہم ایسے شہر میں نہیں ٹھہرنا چاہتے۔

(احیاء العلوم)

نیز حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سید التابعین حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار روتے ہوئے دیکھا۔میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ مجھے یہاں کی یہ حالت رلاتی ہے کہ یہاں کوئی ایسا شخص نہیں جو ہم سے دین کی بات پوچھے اور ہم اسے بتائیں۔

(احیاء العلوم)

آج بہت ضرورت ہے کہ ہم میں ایک طرف علم دین حاصل کرنے اور دین کے اخذ کرنے کا وہ جذبۂ صادقہ پیدا ہو کہ جس نے اس مدنی صاحب کو مدینہ منورہ سے دمشق میں سخت کٹھن و دشوار گزار منزلیں طے کرا کر صرف ایک حدیث سننے کی خاطر حضرت ابو الدرداء کی خدمت میں حاضر کرایا تھا۔دوسری طرف دین پہنچانے اور علم دین سکھانے کا وہ شوق اور ولولہ پیدا ہو جس نے حضرت سعید بن المسیب کو اس لیے دھاروں دھار رلایا تھا کہ ان کے پاس کوئی دین لینے اور علم دین سیکھنے نہیں آیا۔

(ماہنامہ یادگار رضا جلد ا، شمارہ ۲، ماہ ربیع الآخر ۱۳۴۵ھ ص ۱۷ تا ۲۱ قسط دوم)

سرزمین ہند پر شافعی اور غیر شرعی قاضیوں کے فیصلے۔ ایک فقہی تجزیہ

پیشکش: مولانا عبدالقادر رضوی، رضوی دارالافتاء مرکز اہل سنت بریلی شریف

فتویٰ اور قضاء میں فرق: عموماً آج کل لوگ فتویٰ اور قضا کو یکساں انداز میں دیکھتے اور سمجھتے ہیں جبکہ فقہی حقیقت یہ ہے کہ فتویٰ اور قضا میں کئی اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے مثلاً ہر فقہی مذہب کے مفتی کا فتویٰ اسی فقہی مذہب کے مقلدین کے لیے لائق عمل ہے دوسرے فقہی مذہب کے ماننے والے کے لیے نہیں۔ اس کے برخلاف قاضی کا معاملہ ہے کہ اگر کوئی صحیح و شرعی قاضی ہے اور وہ اپنے فقہی مذہب کے اعتبار سے فیصلہ کرتا ہے تو اس کی قضا اور اس کے ذریعہ صادر کیا ہوا فیصلہ فریقین پر نافذ ہوتا ہے خواہ فریقین دوسرے فقہی مذہب کے مقلد ہوں یا ان میں سے ہر ایک الگ الگ فقہی مذاہب کے پیروکار ہوں۔ قاضی کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے ہی فقہی مذہب کے مطابق فیصلہ صادر کرے۔ اگر قاضی دوسرے فقہی مذہب مطابق فیصلہ کرتا ہے تو وہ نافذ العمل نہ ہوگا۔

سرزمین ہند پر قاضی وقضاء کا حکم: ہمارا تعلق سرزمین ہند سے ہے جہاں کے حالات، شہریوں کی کثرت اور مقدمات کے فیصلوں کا نظام اسلامی ملکوں جیسا نہیں۔ اس لیے اب سوال یہ ہے کہ اگر ہمارے یہاں حنفی فریقین کا فیصلہ کسی شافعی قاضی شرع نے اپنے مذہب شافعی کے مطابق کر دیا تو کیا حنفی فریقین کے لیے وہ نافذ العمل ہوگا یا نہیں؟ اگر فریقین میں سے ایک شافعی ہے اور دوسرا حنفی تب شافعی قاضی کا اپنے مذہب کے مطابق صادر کیا ہوا فیصلہ حنفی فریق کے لیے قابل قبول ہوگا؟ اس ملک میں شافعی قاضی کے فیصلوں کی بھی کیا وہی فقہی حیثیت ہوگی کہ جو عام کتب فقہیہ میں مذکور ہے؟ مندرجہ ذیل مضمون میں ہم انہیں سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

چونکہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے جس میں آبادی کے اعتبار سے مسلمان اقلیت میں ہیں۔ جتنے بھی مسلمان اس ملک میں آباد ہیں ان میں بھی کثرت حنفی مسلمانوں کی ہے۔ یہاں فوجداری، دیوانی اور عائلی مقدمات کے فیصلے دستور ہند کے مطابق بنائے گئے قوانین و دفعات کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔ یہاں نہ تو اسلامی سلطنت ہے اور نہ ہی سلطان اسلام کی طرف سے مقرر کئے گئے قاضی اور دار القضاء ہیں۔ نیز ہمارے بلاد وامصار اور اس ملک میں صحیح شرعی شافعی قاضی نادر ہیں اور یہاں کثرت بھی احناف کی ہے۔ اس لیے زوجین کو طلاق وغیرہ کے کسی معاملہ میں اگر قضا کی ضرورت پیش آئے تو فریقین کو چاہیئے کہ وہ صحیح شرعی حنفی قاضی کے یہاں دعوی دائر کرے اور وہ بمطابق مذہب حنفی فیصلہ کر دے تو شرعا نافذ ہوگا اور زوجین میں سے دونوں یا کوئی ایک اگرچہ شافعی ہو اس کو بھی شرعاً اسی پر عمل لازم ہو جائے گا، اور اگر صحیح شرعی حنفی قاضی نہیں تو شہر کا سب سے بڑا سنی حنفی صحیح العقیدہ عالم مرجع فتاوی حاکم شرع ہے، اس کے یہاں مقدمہ دائر کیا جائے، وہ جو حکم صادر کرے وہی فریقین کے لیے واجب العمل اور مثل قضائے قاضی ہوگا۔

ایک اہم فتویٰ: اس سلسلہ میں ہم رضوی دارالافتاء مرکز اہل سنت

درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں آئے ایک مفصل استفتاء اور اس کا ایک تحقیقی جواب پیش کررہے ہیں جسے نبیرۂ اعلیٰ حضرت ،گل گلستان ریحان ملت ،خلیفۂ تاج الشریعہ ،مظہر حجۃ الاسلام ،حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خاں قادری ازہری مدظلہ النورانی نے نہایت ہی محققانہ انداز میں تحریر فرما کر شافعی شوہر اور اس کی حنفی بیوی کے مابین طلاق وخلع اور عقد ثانی کے تعلق سے پیدا ہونے والی ایک نزاعی صورت کا تجزیہ کرتے ہوئے اس نزاعی مسئلہ کا ایک بہترین حل پیش فرمایا ہے۔ یہ استفتاء ممبئی مہاراشٹر کے رہنے والے محمد ریاض خاں نامی شخص نے ارسال فرمایا تھا۔ پہلے استفتاء ملاحظہ فرمائیں:

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید جو کہ شافعی ہے اور ہندہ حنفیہ۔ان دونوں کا نکاح ۱۲رسال قبل ہوا تھا، ان دونوں سے دو بیٹی اور ایک بیٹا بھی ہے۔ابھی چند ماہ قبل ہندہ کا تعلق خالد سے ہوگیا، جس کی وجہ سے ہندہ نے زید سے خلع لینا چاہا اور منصوبہ بنا کر زید کو کہا کہ میں مدرسہ وغیرہ پڑھاتی ہوں جس کی وجہ سے تمہاری خدمت وغیرہ نہیں کر پاتی ہوں، لہٰذا تمہارا ایک اور لڑکی سے نکاح کروا دیتی ہوں زید راضی ہو گیا، پھر ہندہ نے زید سے کہا کہ میرے تمہارے نکاح میں ہونے کے سبب دوسری لڑکی کا رشتہ نہیں ملے گا، اس لئے ہم لوگ کورٹ سے فرضی خلع نامہ تحریری طور پر بنوا لیتے ہیں تا کہ تمہارا دوسرا رشتہ مل جائے اور اس خلع نامہ کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہوگا، زید فرضی سمجھ کر راضی ہوگیا اور ۲۱رجنوری ۲۰۲۳ء کو خلع نامہ پر زید نے دستخط کر دیا۔اس کے بعد بھی زید وہندہ میاں بیوی کی طرح ہی رہتے ہیں، قریب ۲رماہ گزرنے کے بعد جب زید کا دوسری لڑکی سے نکاح ہوگیا، تو ہندہ نے کہا کہ اب میں تمہاری بیوی نہیں رہی، میرا خلع تم سے ہو چکا ہے، پھر ہندہ زید سے الگ رہنے لگی، چند دن گزرنے کے بعد ۷رمئی ۲۰۲۳ء کو ہندہ دوبارہ زید کے پاس لوٹ آئی اور دونوں میاں بیوی کی طرح ۹رمئی ۲۰۲۳ء تک ساتھ رہے اور مجامعت بھی کیا، پھر ہندہ ۱۰رمئی کو دوبارہ زید سے الگ ہوگئی اور ۴رجون ۲۰۲۳ء کو خالد سے بھاگ کر نکاح کر لیا اور کہتی ہے کہ میری عدت پوری ہوگئی ہے اس لیے میرا نکاح ثانی درست ہے۔ زید جو کہ شافعی ہے اس نے شافعی مفتی سے فتوی لیا، اس میں مذکور ہے کہ اس طرح دھوکے سے خلع واقع نہ ہوگا، لہٰذا زید کہتا ہے کہ خلع ہوا ہی نہیں میں شوہر ہوں اور شافعی ہوں اس اعتبار سے۔اور ہندہ کہتی ہے کہ میں حنفی ہوں اور عندالاحناف واقع ہوگیا۔سوال یہ ہے کہ:

(۱) کیا خلع عندالاحناف واقع ہوگیا؟ اگر واقع ہوگیا ہے تو اب شوہر کے مسلک کے مسائل پر عمل ہوگا یا بیوی حنفیہ کے مسلک کے مسائل پر؟ (۲) اگر خلع واقع ہوگیا ہے تو کیا ہندہ کا اس طرح ایام عدت میں زید کے ساتھ رہنا اور مجامعت کرنا عدت کو تام کر دے گا؟ (۳) اس طرح عدت گزارنے کے بعد (جب کہ زید نے ہندہ سے مجامعت بھی کی اور ساتھ میں ۲رماہ رہی بھی) خالد سے ہندہ کا نکاح درست ہو جائے گا؟ (۴) خالد امامت کرتا ہے اور مدرسہ پڑھاتا ہے۔ ہندہ مبلغہ ہے اور مدرسہ پڑھاتی ہے، لہٰذا خالد اور ہندہ پر عند الشرع کیا حکم ہوگا؟ دلائل کی روشنی میں مدلل اور مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ریاض احمد خان، ممبئی (مہاراشٹر)

اس استفتاء کا جواب حضرت علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خاں قادری ازہری مدظلہ النورانی نے مؤرخہ ۴رربیع الآخر ۱۴۴۵ھ/ ۲۰راکتوبر ۲۰۲۳ء کو تحریر فرمایا۔ یہ فتویٰ ہم ذیل میں نقل کررہے ہیں:

جواب استفتاء از علامہ مفتی محمد ارسلان رضا خاں قادری ازہری

الجواب اللھم ھدایة الحق و الصواب: (۱۔۲۔۳۔) **خلع نام ہے بالفاظ مخصوصہ مال کے عوض نکاح کو زائل کرنے کا، اگر عوض کا ذکر نہ ہو تو وہ خلع نہیں طلاق ہے، خلع نامہ جو ہم رشتۂ سوال ہے، اس میں بدل خلع کا کہیں ذکر نہیں، جس سے ظاہر ہے کہ یہ خلع بلا عوض بنیت طلاق، طلاق ہوگا، لیکن چوں کہ قرائن طلاق بھی موجود ہیں کہ ہندہ کی جانب سے مطالبۂ طلاق پر زید نے وہ کلمات جو خلع نامہ میں درج ہیں کہ: ''فرحت جہاں کے مطالبۂ طلاق کو قبول کرتے ہوئے خلع دے کر اپنی زوجیت سے خارج کرتا ہوں، اب وہ میرے نکاح سے آزاد ہے'' لکھے، یا کہے یا لکھے ہوئے کلمات کا مضمون سمجھ کر اس پر انگوٹھا لگایا اور دستخط کئے، جس کا وہ مقر ہو یا گواہان شرعی سے ثابت ہو، تو نیت دریافت کرنے کی اصلاً حاجت نہیں اور بالفرض قرائن طلاق بھی نہ ہوتے تو لفظ خلع اگرچہ من جملہ کنایات ہے مگر کثرت استعمال کی وجہ سے مثل صریح ہوگیا ہے، ہمارے مشائخ احناف نے فرمایا ہے کہ یہاں نیت مشروط نہیں، اس لئے کہ بحکم غلبۂ استعمال وہ مثل صریح ہوگیا ہے۔ درمختار میں ہے:**

''الخلع من الکنایات فیعتبر فیه مایعتبر فیھا من قرائن الطلاق کمذاکرة الطلاق و سوالھا له۔۔۔۔ خلعھا ثم قال لم انو به الطلاق، فان ذکر بدلا لم یصدق۔۔۔۔الا ان المشائخ قالوا لا تشترط النیة ھھنا لانه بحکم غلبة الاستعمال صار کالصریح'' **اور اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:** ''ھاھنا ای فی لفظ الخلع و فی البحر عن البزازیة فلو کانت المباراة ایضا کذلك ای غلب استعمالھا فی الطلاق لم تحتج الی النیة و ان کانت من الکنایات و الا تبقی النیة مشروطة فیھا و فی سائر الکنایات علی الاصل۔۔۔۔ بخلاف الخلع فانه مشتھر بین الخاص و العام''۔

(ج:۳،ص:۴۸۹)

اس صورت میں بہر حال طلاق واقع ہو جانے میں شبہ نہیں، لیکن سوال یہ کہ کون سی طلاق واقع ہوئی؟ تو ایک طلاق بائن کا حکم ہوگا۔

''و ذلك لان اللفظ الاول (**لفظ خلع**) و ان کان کالصریح و لکن الواقع به بائن، و اللفظ الثانی (**اپنی زوجیت سے خارج کرتا ہوں**) من الکنایات کقوله لم یبق بینی و بینك نکاح و الظاھر انه لا یصلح ردا و لا سبا و الحالة حالة مذاکرة الطلاق و لکن البائن لا یلحق البائن کما فی رد المحتار''۔ **وفی فتاوی قاضی خان:** ''روی ابن سماعة عن محمد رحمه الله تعالی انه اذا قال لھا اخلعی نفسك فقالت خلعت یقع طلاق بائن بغیر بدل کانه قال لھا ابینی نفسك و به اخذ اکثر المشائخ رحمھم الله تعالی و ان کان الخطاب من قبل المرأة فقالت اخلعنی او بارئنی فقال الزوج فعلت فھذا''۔

(ج،۱،ص:۴۷۹)

اور خلع نامہ میں ہندہ کی جانب سے مطالبہ طلاق کے اخیر میں جو یہ لکھا ہے کہ ''بعد خلع و طلاق میں اپنے تمام جائز حقوق سے دستبردار ہوتی ہوں'' (حالانکہ اس جملے کا سیاق و سباق بتا رہا ہے کہ یہ بدل خلع یا عوض نہیں، بلکہ کورٹ و کچہری میں نالش اور مقدمہ دائر کرنے کے حقوق سے دستبرداری کا عہد و اقرار کر رہی ہے) لیکن پھر بھی اگر باہمی مکالمات یا قرائن حالات سے واضح تھا کہ یہ طلاق اس معافی جملہ حقوق مثل مہر و نفقہ وغیرہ کے عوض دے گا اور اسی معافی

جملہ حقوق کے عوض ہی دی گئی تو یوں بھی ایک طلاق بائن ہوئی۔ فتح القدیر پھر ردالمحتار وغیرہ میں ہے:

قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فوره طلقتك و هی مدخول بها یقع بائنا لانه بعوض۔و فی الذخیره و الخانیة و غیرهما و عنهما فی رد المحتار: تقع بائنة لانه طلاق بعوض و هو الابراء دلالة۔

(ماخوذ من الفتاوی الرضویہ، ج:۱۰، ص:۳۴۴)

رہا یہ سوال کہ بغیر نیت، تحریر مثل تقریر ہے کہ نہیں تو جبکہ وہ خلع نامہ بنام وعنوان مع دستخط ومہر رسمی کاغذ پر واضح طور پر لکھا گیا اور زید نے اسے پڑھ اور سمجھ کر اس پر انگوٹھا لگا دیا اور دستخط کر دیئے اور یہ اس کے اقرار یا ثبوت شرعی سے ثابت ہے تو وہ تحریر مثل تقریر اور کتاب کالخطاب ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے:

"ان کتب علی وجه الرسالة مصدرا و معنونا و ثبت ذلك باقراره او بالبینة فکالخطاب"۔

اصل خلع نامہ کا کاغذ از قبیل مستبین مرسوم ہے، یعنی جس دستاویز پر خلع نامہ کی تفصیل لکھی گئی وہ واضح اور معتبر رسمی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے نا کہ غیر رسمی، اگر بعد کو کہے میری نیت خطاب کی نہیں تھی قضاءً تصدیق نہ کی جائیگی۔

پس صورت مستفسرہ میں حکم قضا یہ ہے کہ اگر اس تحریر پر زید نے مضمون تحریر سمجھ کر دستخط کئے اور یہ اس کے اقرار سے ثابت ہے یا گواہان عادل شرعی کی شہادت سے کہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت گواہی دیں کہ ان کے سامنے زید کو یہ مضمون پڑھ کر سنایا گیا یا زید نے خود پڑھ سمجھ کر اس پر برضا، بلا اکراہ دستخط کئے تو ہندہ پر ایک طلاق بائن پڑ گئی بشرطیکہ پہلے کبھی دو طلاقیں نہ دی ہوں۔ بہر تقدیر ہندہ بعد دستخط اس کے نکاح سے خارج ہوگئی تھی، دوران عدت زید سے قربت ناجائز وحرام تھی، مگر اس سے عدت کی مدت میں فرق نہ آئیگا، بعد انقضائے عدت ہندہ کا نکاح خالد سے منعقد ہوگیا۔ مگر یاد رہے کہ تحریر کی بنا پر وقوع طلاق کا حکم اسی حالت میں ہوسکتا ہے، جبکہ شوہر کا اقرار ہو، (اقرار کا مطلب یہ کہ شوہر اقرار کرے کہ یہ اسی کی تحریر ہے یا اقرار کرے کہ اس نے خلع نامہ کا مضمون سمجھ کر دستخط کئے) یا گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو ورنہ حکم طلاق نہ ہوگا اور ہندہ بدستور زید کی منکوحہ رہے گی اور خالد سے لاعلمی میں اس کا نکاح فاسد ہوگا، متارکہ لازم اور بعد عدت زید کو لوٹائی جائیگی۔

البتہ شوافع کے یہاں کتابتاً طلاق صریح نہیں اگر چہ لفظ صریح سے لکھی بلکہ تحریراً طلاق ان کے یہاں مثل کنایہ ہے جو نیت دریافت کیے جانے کی محتاج ہے، بغیر نیت تحریراً طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی، امام غزالی الوسیط فی المذھب میں فرماتے ہیں:

"اما الکتابة فلیست بصریحة و ان کتب اللفظ الصریح فهل هو کنایة؟ اضطربت فیه النصوص و حاصله ثلاثة اقوال: احدها انه الکنایة لان الکتابة معتادة و المقصود التفهیم،و الثانی انه لغو۔۔۔۔ والثالث انها تعتبر من الغائب دون الحاضر لاجل العادة"۔

(۵/۳۷۸)

لیکن بہر حال حنفی پر لازم ہے کہ وہ یہی اعتقاد رکھے کہ اس کے امام کا مذہب ہی صحیح ہے اور مذہب غیر خطا ہے، مگر محتمل صحت ہے، یوں ہی مقلد مفتی سے اگر سوال ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہی جواب دے جو اس کے مذہب مہذب میں صحیح ہو، اسے ہرگز جائز نہیں کہ مذہب غیر پر فتوی دے۔ فی الدرالمختار مع رد المحتار:

"لو قیل لحنفی ما مذهب الامام الشافعی فی کذا؟ وجب ان یقول قال ابو حنیفة کذا۔۔"بنی علی ذلك وجوب اعتقاد ان مذهبه صواب یحتمل الخطاء و ان مذهب غیره خطاء یحتمل الصواب، فاذا سئل عن حکم لا یجیب الا بما هو صواب عنده فلا یجوز ان یجیب بمذهب الغیر"۔

(ج:۳،ص:۵۵۸)

تو ہندہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے مذہب کے فتوے پر ہی عمل کرے، ہاں اگر یہ مسئلہ قضائے قاضی کا محتاج ہو جائے یا زید و ہندہ میں کوئی صحیح شرعی قاضی کے یہاں دعوی کردے اور قاضی اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کردے تو نافذ ہوگا۔ عام ازیں کہ وہ قاضی حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی۔ زید و ہندہ کو بھی اس پر عمل کرنا پڑیگا بھلے ہی اس کے مذہب کے برخلاف قضا ہوئی ہو، اگر چہ ہمارا مذہب اس فیصلے کے برخلاف ہو، اس لئے کہ معتمد یہی ہے کہ قاضی کی قضا مذہب غیر پر صحیح نہیں بالخصوص ہمارے زمانے میں۔ اور مسائل مجتہد فیہا (مثل مسئلہ دائرہ) میں دوسرے مذہب کے قاضی کی قضا نافذ ہے۔ اسی درمختار و ردالمحتار میں بعد عبارت مذکورہ بالا ہے:

"نعم لو قضی مالکی بذلك نفذ"لانه مجتهد فیه"۔

خلع ہمارے یہاں طلاق ہے، مگر مذہب حنبلی میں فسخ، لیکن اگر حنبلی قاضی فسخ کرنے کا فیصلہ کردے تو نافذ ہوگا۔ اسی میں باب الخلع کے اندر ہے:

"لکن لو قضی بکونه فسخا نفذ لانه مجتهد فیه"۔۔۔"ولا یخفی ان المراد بقوله نفذ هو ما لو حکم به حنبلی فی مسالتنا، بخلاف الحنفی فانه و ان صح حکمه بغیر مذهبه علی احد القولین لکنه فی زماننا لا یصح اتفاقا لتقیید السلطان قضائه بالحکم بالصحیح من مذهبنا فلا ینفذ حکمه بالضعیف فضلا عن مذهب الغیر"۔

(ج:۳،ص:۴۸۸)

اسی طرح نفقہ سے عجز کی صورت میں زوجین میں تفریق کا مسئلہ ہے یعنی احناف کے نزدیک عجز عن النفقہ، سبب تفریق بین الزوجین نہیں، عام ازیں کہ شوہر حاضر ہو کہ غائب یہاں تک کہ اگر کوئی حنفی قاضی عجز عن النفقہ کی بنا پر تفریق کا حکم کردے تو نافذ نہ ہوگا، برخلاف صحیح شرعی شافعی قاضی کے، کیوں کہ امام شافعی تنگی شوہر اور ضرر زن بوجہ غیبت شوہر کی بنیاد پر تفریق کو جائز قرار دیتے ہیں، لہٰذا اگر صحیح شرعی شافعی قاضی اپنے مذہب کی رو سے حکم تفریق دے تو نافذ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

"ولو قضی به حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی به نفذ"۔

(ص:۶۴۸)

تو احکام مجتہد فیہا میں ہمارے مشائخ احناف قضائے قاضی بمطابق مذہب قاضی نافذ مانتے ہیں۔

و فی رد المحتار:"الحالة الاولی جعلها مشائخنا حکما مجتهدا فیه فینفذ فیه القضاء دون الثانیة"۔

اور نہ صرف احناف بلکہ شیخ قاسم نے اپنے فتاوی میں اس پر اجماع نقل کیا ہے، لیکن ضروری ہے کہ دار القضا میں جو مسئلہ لے جایا جائے وہ کسی حادثے اور صحیح خصومت کے بارے میں ہو، یہ شرط اگر مفقود ہوئی تو قضائے قاضی نافذ نہ ہوگی، اس لئے کہ اس صورت میں وہ فتوی ہوگا نہ کہ قضا۔

"نقل الشیخ قاسم فی فتاواه الاجماع علیه، ثم قال فی البحر: فالحاصل ان الحکم المرفوع لابد ان یکون فی

حادثة و خصومة صحيحة كما صرح في العمادي و البزازي، و قالا: حتى لو فات هذا الشرط لا ينفذ القضاء لانه الفتوى اه"۔

(۵/۵۳۹)

اورامام شامی نے بھی یوں ہی فرمایا کہ مقلد قاضی شرائط کو پورا کرتے ہوئے جب اپنے امام کے قول پر فیصلہ کردے تو اس کی قضا نافذ ہوگی اور حکم مختلف فیہ کا بقا متفق علیہ ہوجائے گا۔ بشرطیکہ دعویٰ صحیحہ کیا جائے:

"اجمعت عليه الامة في ان المقلد اذا قضى بقول امامه مستوفياً للشروط نفذ قضاؤه، سواء علم ان في المسالة خلافا اولا، و صار المختلف فيه بقاؤه متفقا عليه"۔ (۵/۵۳۸)

"فلو رفع الى حنفي قضاء مالكي بلا دعوى لم يلتفت اليه و يحكم بمقتضى مذهبه"۔ (ص:۵۳۹)

صورت مسئولہ میں یہ حکم بھی مجتہد فیہ ہے اور اس میں قضائے قاضی شرعی وصحیح نافذ ہوگی۔ مگر ہمارے بلاد میں صحیح شرعی شافعی قاضی نادر ہیں اور یہاں کثرت بھی احناف کی ہے تو صحیح شرعی حنفی قاضی کے یہاں دعویٰ کرے اور وہ بمطابق مذہب حنفی فیصلہ کردے تو شرعا نافذ ہوگا اور ہندہ کا شوہر اگرچہ شافعی ہے اس کو بھی شرعاً اسی پر عمل لازم ہوجائے گا۔ اور اگر صحیح شرعی حنفی قاضی نہیں تو شہر کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم مرجع فتاوی حاکم شرع ہے، اس کے یہاں مقدمہ دائر کیا جائے، وہ جو حکم صادر کرے وہی فریقین کو واجب العمل اور مثل قضائے قاضی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر ہندہ کی بابت مذکور فی السوال الزامات واقعی ہیں تو وہ سخت گنہگار، حق اللہ وحق العبد میں گرفتار، مستوجب غضب جبار ہے، اسے صدق دل سے توبہ ورجوع لازم ہے۔ تا بتوبہ اس سے تبلیغ وغیرہ کے کام کرانا جائز نہیں، یہ دعوت وتبلیغ، دینی مذہبی کام ہے، اور غیر متدین لوگوں کا یہ کام انجام دینا، دین اور معظمان دینی کی وقعت عوام کے دلوں میں کم کردے گا، اور دعوت وتبلیغ کے نام پر ادھر ادھر جانے کی یوں بھی مستورات کو مطلقا اجازت نہیں بالخصوص ایک شہر سے دوسرے شہر بغیر محرم کے وہ سفر جس کو شریعت نے اسکے حق میں حرام فرمایا، مامون حالات میں بھی ان کے حق میں دعوت وتبلیغ میں بہت حزم واحتیاط، اور پابندئ شرائط وآداب کی ضرورت ہے۔ خالد اگر مذکور فی السوال منصوبہ بندی میں ہندہ کا شریک وسہیم تھا تو وہ بھی سخت گنہ گار رہے، اور بالفرض شریک نہ بھی ہو تب بھی بالکلیہ بری نہیں کہ غیر محرم سے قبل از نکاح غیر شرعی روابط رکھنا ناجائز وحرام ہے۔ بہر حال نا قابل امامت ہے تاوقتیکہ توبہ صحیحہ نہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ فقیر محمد ارسلان رضا قادری غفرلہ

اس محققانہ جواب اور فتویٰ کی جامعہ رضویہ منظر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف کے جن مفتیان کرام اور دیگر جگہوں کے جن علمائے کرام نے تصدیق وتائید فرمائی ہے ان میں سے کچھ کے نام ان کی تصدیقات کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں:

تصدیقات علمائے کرام: - صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب قاضی شہید عالم رضوی، خادم التدریس والافتا، جامعہ رضویہ نوریہ بریلی شریف۔ صح الجواب وھو تعالیٰ اعلم بالصواب محمد مطیع الرحمٰن غفرلہ المنان رضوی، دارالافتا جامعہ الخضرا، مظفر پور۔ الجواب صحیح وصواب و المجیب العلام نجیح ومثاب واللہ تعالیٰ اعلم محمد افروز عالم نوری عفی عنہ، خادم التدریس والافتاء، جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف۔ الجواب صحیح والمجیب العلام مصیب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب محمد عاقل رضوی غفرلہ القوی، خادم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف۔

مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے چند اہم اسباب

از۔حافظ محمد عبدالرشید قادری، گلڑ یاسکولہ، پیلی بھیت شریف

قارئین کرام! مسلم دنیا آج جن افسوس ناک حالات سے گزر رہی ہے وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔عیسائیت و یہودیت جس ملک کو چاہتی ہے اپنی بربریت کا نشانہ بناتی ہے اور مسلم دنیا ہاتھ پر ہاتھ دھرے دیکھتی رہتی ہے۔یوروپ و امریکہ کے صلیب بردار مسلمانوں کو لقمہ تر سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے فلسطین و لیبیا اور افغانستان وعراق اس کی زندہ مثالیں ہیں۔آخر کیا وجہ ہے کہ مسلم قوم اس قدر مجبور و بے بس ہے۔جبکہ تعداد کے اعتبار سے مسلمان ہی دنیا کی دوسری بڑی قوم ہے۔غور وخوض کے بعد کچھ اسباب سامنے آئے جو مختصر آپیش ہیں۔

پہلا سبب: دین وعلم دین سے دوری بھی ایک بنیادی سبب ہے۔مسلمان نہ ان کو چھوڑتے نہ انہیں یہ دن دیکھنے کو ملتے۔قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرمادیا کہ ”نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ۔تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو“۔(آل عمران-۱۳۹)

ایمان شرط اور اس کی جزا برتری و سربلندی ہے۔شرط کو چھوڑ کر جزا کا طالب ہونا انتہائی بھول ہے۔نری نادانی ہے۔صاحب نور العرفان اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ہم نااہلوں نے شرط پوری نہ کی جس کی وجہ سے پست ہو گئے اور صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے راشدین سچے اور مخلص مسلمان تھے کیونکہ رب نے ایمان کی شرط پر سربلندی کا وعدہ فرمایا ہے اور انہیں سربلندی، خلافت وحکومت سب کچھ بخشی، معلوم ہوا کہ ان میں وہ شرط موجود تھی“۔

مگر ہمارا حال یہ ہے کہ اپنی پہچان تک برقرار نہیں رکھ پائے، آج کے مسلمان کو دیکھنے کے بعد یہ امتیاز کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا یہ مسلمان ہے یا کوئی اور۔جس قوم نے اپنا مذہبی شعار کھودیا زمانہ نے اس کو ایسی ٹھوکر ماری ہے کہ روئے زمین سے اس کا نام و نشان تک مٹادیا۔پھر مکّاری، غدّاری، مخبری، بے ایمانی، چارسوبیسی وغیرہ کون سی برائی ہے جو آج مسلمان میں ہے نہیں۔

دوسرا سبب: آپسی اختلافات اور گروہ بندی ہے۔آج مسلم دنیا کا جائزہ لیجئے تو کوئی آپ کو باہم متفق ومتحد نظر نہیں آئے گا۔ایک ملک دوسرے ملک کے درپے آزار تو ہے ہی لیکن گھریلو زندگی میں بھی اتحاد نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

تیسرا سبب: مسلمانوں کی بے حسی ہے۔کیوں کہ جس قوم کا احساس مرجاتا ہے دنیا اسے اپنے قدموں تلے روند دیتی ہے۔آپ خود دیکھیں کہ دنیا کے کسی خطے میں اگر کسی نصرانی یا یہودی کا قتل ہو جاتا ہے تو پوری عیسایت و یہودیت اس کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔لیکن دنیا کے اکثر خطوں میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے مگر مسلمانوں کی بے حسی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ایک عرصہ سے فلسطین و افغانستان اور چیچنیا وعراق نیز

لبنان میں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے اور مسلم حکمراں خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

چوتھا سبب: مالی زبوں حالی ہے۔مجموعی طور پر مسلم دنیا کی اقتصادی حالت نہایت کمزور ہے جو ترقی کیلئے اہم رکاوٹ اور ذلت و خواری کا سبب بنی ہوئی ہے۔حالت یہ ہے کہ دنیا کی آدھی سے زیادہ دولت تو یہودیوں کے قبضہ میں ہے اور اس میں سے آدھی سے زیادہ نصاریٰ کے پاس ہے اور پھر بقیہ دولت میں قوم مسلم و دیگر قومیں مشترک ہیں۔

پانچواں سبب: سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں ہماری پسماندگی ہے۔مسلم دنیا میں سوائے چند کے نہ تو کوئی ماہر سائنس داں ہے، نہ علمی دانش گاہیں۔حالت یہ ہے کہ آج تنہا جاپان میں جتنی یونیورسٹیاں ہیں پوری مسلم دنیا میں اتنی نہیں۔کیا یہ مسلمانوں کی علم سے بے توجہی نہیں؟

چھٹا سبب: صَنعَتْ وحِرفَت میں مسلم دنیا کا پیچھے رہ جانا۔آج جتنے بھی ممالک اپنی ترقی پر نازاں اور معاشیات پر خوش ہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ صنعت وحرفت میں پیش پیش ہیں۔مگر مسلم ممالک اس میدان میں بھی بہت پیچھے ہیں۔

ساتواں سبب: مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کا باہمی اختلاط - حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مبارک عہد میں مسلمانوں نے یروشلم پر اپنا علم فتح بلند کیا آپ نے وہاں کے لوگوں کیلئے ایک پالیسی مرتب فرمائی جس میں دیگر امور کے علاوہ یہودیوں سے عدم اختلاط کا اظہار بھی تھا۔لیکن زمانے نے کروٹیں بدلیں، مسلمانوں نے حدیث رسول:

”اَخرِ جُو الیَھُودَوَ النَّصارٰی مِنْ جَزِیرَۃِ الْعَرَبِ“۔

(یہود ونصارا کو خطہ عرب سے نکال دو۔ بخاری شریف) کو فراموش کر دیا اور: عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْن“۔

(میرے طریقے اور میرے خلفاء کے طریقے پر عمل کرنا ضروری ہے۔شرح معانی الآثار) پر عمل پیرا نہ ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۸ء میں یروشلم میں ایک ظالم ریاست اسرائیل کے نام سے وجود میں آئی جس نے ۱۹۶۷ء میں مسلمانوں کے قبلہ اول کو ان کے ہاتھوں سے چھین لیا اور مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔بیت المقدس کے در و دیوار پھر عمر فاروق اعظم، ابو عبیدہ، خالد بن ولید، طارق بن زیاد اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے مجاہدین اسلام کی راہ دیکھ رہے ہیں۔(ملخصاً ماہنامہ اشرفیہ اپریل ۲۰۰۵)

رات کے بارہ بجے وجود میں آنے والا ایک ملک:

ماضی قریب کی تاریخ میں ایک ایسا ملک ہے جو رات کے بارہ بجے وجود میں آیا، جس کو اسرائیل کہتے ہیں۔اسرائیل ایک نیا ملک ہے۔جو یہودی مذہب کے پیروکاروں کے لئے بنایا گیا ہے۔سلطنت عثمانیہ (ترکی) کو کمزور ہوتا دیکھ کر یہودیوں کی مشہور عالمی تنظیم ”فری میسن“ کے اعلیٰ ارکان نے ۱۸۹۷ء میں فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک مستقل ملک کے قیام کی تجویز کو یقینی شکل دی۔اس سازش میں یورپ کے کچھ ممالک بھی شریک تھے۔اس تجویز کو پروٹوکولز کا نام دیا گیا۔

اس پروٹوکولز میں یہودی مملکت ”اسرائیل“ کے قیام کی تفصیلات درج ہیں۔انجام کار امریکہ اور برطانیہ کی مدد سے فلسطین

میں یہودیوں نے مسلح جدوجہد کی شروعات کی۔ یہودیوں کے ظلم وستم کے سبب لاکھوں فلسطینی مسلمانوں کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا، نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۴رمئی ۱۹۴۸ء کو رات کے بارہ بجے فلسطین میں ایک یہودی ریاست ''اسرائیل'' کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ ساتھ ہی فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے کا سلسلہ تیز کر دیا گیا۔ تاکہ مسلمان ان علاقوں سے دست بردار ہو جائیں۔ گویا فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کے لئے فلسطینی مسلمانوں کو جلا وطن کر کے ''اسرائیل'' کو وجود دیا گیا۔

درحقیقت اسرائیل کے قیام کا اصل مقصد عرب اور مشرق وسطی کے تیل کے ذخائر پر قبضہ برقرار رکھنے کے لئے یورپ وامریکہ کو ایک مضبوط سہارے کی ضرورت تھی۔ اسی کا نام ''اسرائیل'' ہے۔ قیام اسرائیل کے اعلان کے صرف دو گھنٹے بعد سب سے پہلے امریکہ نے اسے ایک ملک کی حیثیت سے تسلیم کیا اور دو دن کے بعد روس نے بھی اسے تسلیم کر لیا۔ مگر دنیا کے بہت سے ممالک نے آج تک اسرائیل کو ایک ''مستقل ملک'' کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا، کیونکہ یہ فلسطینی مسلمانوں کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ تقریباً ستر سالوں سے لاکھوں فلسطینی مسلمان بے گھر اور بے یارومددگار خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آئے دن ان پر حملے ہوتے رہتے ہیں۔ نہ جانے اب تک کتنے فلسطینی مسلمان یہودیوں کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔

الحاصل تاریخ عالم میں اسرائیل ایک ایسا ملک ہے جو رات کے بارہ بجے وجود میں آیا اور امریکہ وہ واحد ملک ہے جس نے دو گھنٹے میں اسے تسلیم کر لیا۔

اعلیٰ حضرت کا پیغام واعظین اسلام کے نام

احباب علمائے شریعت اور برادران طریقت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ نہ بنائیں اور سخت تاکید ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار، اشاعت دین وحمایت سنت میں مالی منفعت کا خیال دل میں نہ لائیں۔ بلکہ ان کی خدمت خالصاً لوجہ اللہ ہو۔ ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے کچھ نذر پائیں، ردنہ فرمائیں کہ اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

(ماہنامہ الرضا بریلی شریف، بابت ماہ ربیع الاول وجمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ)

رضا جنتری ۲۰۲۴ء

بریلی شریف سے شائع ہونے والی ''رضا جنتری'' ہر سال کی طرح اس سال بھی اپنی بے مثال رعنائیوں کے ساتھ چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے، جو ہر ماہ کی تاریخ کے علاوہ مناجات، نعت ومنقبت، لاکھوں سلام، شجرہ رضویہ، خطبۂ جمعہ ونکاح، عقیقہ وقربانی اور جنازے کی دعاؤں نیز نماز پنج گانہ کے اوقات، بچوں کے اسلامی تاریخی نام، دینی وتاریخی معلومات اور ساتھ ہی ساتھ صحابۂ کرام، مشائخ عظام، علمائے کرام اور بزرگان دین کی تاریخ ولادت ووفات سے مزین ہے۔ اس جنتری کے مرتب حضرت مفتی محمد انور علی رضوی منظری، سابق استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف ہیں۔

ہدیہ ۱۵ر روپے۔ **(نوٹ)** تاجروں کو خصوصی رعایت دی جاتی ہے۔

رابطہ کا پتہ: مکتبہ المصطفیٰ اسلامیہ مارکیٹ، نومحلہ مسجد بریلی شریف یوپی، انڈیا۔ پن کوڈ:243003

رابطہ موبائل نمبر:09219869490

۲۰۲۴ء/ ۱۴۴۵ھ کے اسلامی تاریخی نام

مستخرجہ: مولانا مفتی محمد انور علی رضوی منظری، سابق استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

۱۴۴۵ھ لڑکوں کے لیے: سید بسم اللہ راغب، سید مستقیم خصال، سید مختار یٰسین، سید مختار لعل، سید سراج کاظم وسیع، سید محمد جان سراج کاظم، محمد حبیب قادری رضوی، بشیر عبیر خاں، احمد علی افتخار، افتخار احمد علی، انوار حسن احمد رضوی، عدیل قادری رضوی، سلطان الدین منظری، محمد کاظم جسیم ریحانی، محمد فاخر احسان انصاری، محمد عزیز رضا بریلوی، محمد انجم رضا بریلوی، عمان خاں برکاتی، محمود احمد عثمانی برکاتی، امین عالم راغب، شیخ کلیم سرمد سبحانی، سعادت ابراہیم خاں، محمد غفران حبیب، محمد غفران الطیب، محمد حبیب شاغل، محمد افتخار علی، محمد امان ساغر، اصغر اطیب سبحانی، افتخار احمد علی، منظور حسین الطاف، منظور حسن سبحانی، مختار عبد اللہ حمید، اسعد علی منظری، فہیم علی منظری، طریق علی منظری، بہار عالم حبیب رضوی، اویس رضوی انصاری، منظور حسین انیس، شیخ محمد حسین قادری، طلحہ خالد حشمتی، سلطان سلیم مظہری، عطاری مظہری، مظفر پرویز، ولی اللہ محمد مختار، محمد مختار ہمایوں، عزیز فیاض انوری، نسیم ریحان رضوی، ریحان سلطانی رضوی، ریحان ناطق رضوی، نقی ریحان رضوی، ریحان سیفی رضوی، زیب عالم راغب، امین عالم راغب، مبارک معظم معاویہ، محمد فخر الطاف انصاری، محمد انیس فخر انصاری، زاہد سعدی خاں برکاتی، مرغوب حسن حامل۔

۲۰۲۴ء لڑکوں کے لیے: سید ضیغم کلیم، رفیع الشان رضوی نوری، ولی اللہ افضل رضا، محمد غیاث کرار، جمال احمد فاخر رضوی، محمد غوث انس قادری، جمشید خاں رضوی، محمد ظفر کمالی خاں، مختار معاویہ خاں، مغیث ہمایوں حسن ہاشمی، رمضان عبیر خاں، ذاکر علی انجم فیضی، کاظم رضا حمید، اصغر قناعت ہمایوں، افضل ہمایوں نظامی، احمد رضا خاں معطر، عظمت معتقد، فیضان رضا یزدانی، فیضان اعجاز رضا، بشارت عادل رضوی۔

۱۴۴۵ھ لڑکیوں کے لیے: نغمہ فردوس، مشاہد نغمہ، قدر کیفی رضویہ، صغیرہ سلیم، فضیلت فہم، راضیہ ساجدہ شاداں، ساجدہ عارفہ راضیہ، رضوانہ بسطام نوریہ، نغمہ نصیر، ثمرہ مسرت، فریدہ خاتون ہمدم، ماہ جمال ربانی رضوانہ، غزالہ عارفاں، رضویہ ناہیدہ نصیرہ، رضویہ ساجدہ انصاریہ، نفیسہ جوہرہ رضویہ، مظفرہ طاہرہ۔

۲۰۲۴ء لڑکیوں کے لیے: نسرین حسینہ غوثیہ، نبیلہ کاشفہ غوثیہ، نغمہ اکبر خانم، رضوانہ استقرار، مفیدہ نوازش غوثیہ، مہتاب مجیب غوثیہ، فرینہ حسینی غوثیہ، نصرت ربانی رضویہ، شاہجہاں حسینی غوثیہ، نصرت مبارک رضویہ، نصرت جہاں صدیق رضویہ، صادقین حشمت رضویہ، صغیرہ ذی جاہ، صغیرہ طریقت، مفیدہ دلکشی غوثیہ، بشریٰ تمنا رضویہ، بشریٰ گل فشانی رضویہ، مہر عطا تا بعدا رضویہ، فضیلت قدرت، بریق خانم رضویہ، طاہرہ نغمہ قدرت، عائشہ فضیلت جوشیدہ، گلریزی کوثر رضویہ۔

☆

فلسطین واسرائیل جنگ: پس منظر اور موجودہ حالات

از۔مولانا طارق انور مصباحی (کلکتہ)

پہلی جنگ عظیم (1914-1918) کے دوران فلسطین سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے قبضہ سے نکل گیا اور برطانیہ نے 1917 میں فلسطین کو اپنے قبضے میں لے لیا۔اسی سال برطانیہ نے فلسطین کو یہودی ریاست بنانے کا اعلان کیا، پھر دنیا بھر سے یہودیوں کو لاکر فلسطین میں بسانا شروع کر دیا۔یہودی اسی وقت سے فلسطینی مسلمانوں پر ظلم ڈھارہے ہیں۔اس طویل مدت میں یہودیوں نے بے شمار فلسطینی مسلمانوں کو ہلاک کیا۔غزہ پٹی میں عام فلسطینی شہریوں پر بمباری کا مقصد فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی ہے۔حماس پر حملے کا بہانہ کر کے اسرائیل فلسطینی مسلمانوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔اسرائیل اس کوشش میں ہے کہ بہت سے فلسطینی مسلمان ہلاک ہو جائیں اور باقی ماندہ فلسطینی مسلمان غزہ پٹی چھوڑ کر دیگر مسلم ملکوں میں پناہ گزیں ہو جائیں۔امریکہ آخری دم تک اسرائیل کے ساتھ ہے۔ابتدائی مرحلہ میں برطانیہ، جرمنی وفرانس ودیگر مغربی ممالک اسرائیل کے ساتھ تھے۔امریکہ ودیگر مغربی ممالک کے فوجی بھی اسرائیلی فوج کے ساتھ جنگ میں شریک ہیں۔جنگی ہتھیار اور ساز وسامان بھی امریکہ، برطانیہ ودیگر مغربی ممالک سے بھیجے گئے ہیں۔

فلسطینی مجاہدین زمینی جنگ میں اسرائیل کو زبردست نقصان پہنچا رہے ہیں۔اسرائیلی فوجی کثیر تعداد میں مارے جا رہے ہیں۔اسرائیل کے ٹینک اور فوجی گاڑیاں تباہ کی جا رہی ہیں۔یہودی فوج فلسطینی مجاہدین کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہے،لیکن اسرائیلی حکومت فضائی حملوں کے ذریعہ کثیر تعداد میں فلسطینی شہریوں کو ہلاک کر رہی ہے اور قیام اسرائیل کے قبل سے ہی یہودیوں کا یہ منصوبہ ہے کہ فلسطینی مسلمانوں پر ایسا سخت ظلم وستم کیا جائے کہ فلسطینی مسلمان فلسطین چھوڑ کر چلے جائیں۔

اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق 1948 میں قیام اسرائیل کے بعد سے 2023 تک اسرائیل نے دس لاکھ فلسطینی مسلمانوں کو قید کیا۔یہودی فوج پانچ چھ سال کے بچوں کو بھی قید کر لیتی ہے۔فلسطینی عورتوں اور لڑکیوں کو بھی قید میں ڈال دیتی ہے۔جیلوں میں فلسطینی لڑکیوں اور عورتوں کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کی جاتی ہے۔فلسطینی بچوں کے ساتھ بھی بدکاری کی جاتی ہے۔جیلوں میں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا جاتا ہے۔ان پر کتے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ان کو بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے۔سخت مار پیٹ کی جاتی ہے۔چھوٹے بچوں کے بھی ہاتھ پاؤں توڑ دیئے جاتے ہیں،تاکہ وہ ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جائیں۔بہت سے فلسطینیوں کو جیل ہی میں گولی مار دی جاتی ہے۔الغرض فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔

مختلف ممالک سے یہودیوں کو بلایا جاتا ہے اور وہ کسی بھی فلسطینی مسلمان کو اس کے گھر سے نکال کر اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔جب 1948 میں یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا،اس وقت سات لاکھ سے زائد مسلمانوں کو ان کے گھروں سے بے دخل کر دیا گیا۔

یہودیوں نے فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ درحقیقت یہودیوں کے مسلسل مظالم کو چند لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

ویسٹ بینک اور دیگر علاقوں میں اسرائیل نے یہودیوں کی بہت سی بستیاں بسائی ہیں۔ان یہودیوں کو سیٹلرس کہا جاتا ہے۔ ان یہودیوں کو یہی مشن دیا گیا ہے کہ فلسطینی مسلمانوں پر ظلم وستم کرتے رہیں۔ یہ سیٹلرس فلسطینی مسلمانوں کا قتل، ان سے مار پیٹ، فلسطینی عورتوں کی عصمت دری، ان کے مکان ودکان اور اموال کی تباہی اور مختلف قسم کے وحشیانہ مظالم ڈھاتے رہتے ہیں۔اگر یہ سیٹلرس کسی مسلمان کو قتل بھی کر دیں تو اسرائیلی کورٹ میں ان پر مقدمہ نہیں ہوتا ہے۔دراصل اسرائیلی حکومت نے ہی ان سیٹلرس یہودیوں کو اسی کام پر لگایا ہے۔امریکہ نے حالیہ دنوں میں ایسے ہی یہودیوں کو ویزا دینے پر پابندی لگانے کا ذکر کیا ہے، لیکن امریکہ کی کہنی اور کرنی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔اسرائیل میں اگر کوئی سویلین یہودی عام دنوں میں بھی کسی فلسطینی مسلمان کو قتل کر دیتا ہے تو اسے انعام دیا جاتا ہے۔

۷/اکتوبر کا حملہ اور اسرائیل کا پروپیگنڈہ: یہودی ونصاریٰ کے پروپیگنڈہ میڈیا نے حالیہ جنگ کے دوران یہ من گھڑت خبر پھیلانا شروع کی تھی کہ ۷/اکتوبر کے حملہ کے وقت حماس کے مجاہدین نے اسرائیلی عورتوں سے بدکاری کی تھی، حالاں کہ حماس کے لیڈران کا کہنا ہے کہ حماس کے اکثر مجاہدین حافظ قرآن ہیں اور اسلامی اصولوں کے مطابق ان کی تربیت کی جاتی ہے۔۷/اکتوبر کو حماس نے صرف یہودیوں کے فوجی اڈوں پر حملہ کیا تھا اور آزاد رپورٹ سے یہ تصدیق ہو چکی ہے کہ ۷/اکتوبر کو حماس نے کسی عام اسرائیلی شہری کو ہلاک نہیں کیا ہے اور یہی اسلامی تعلیم ہے کہ عام لوگوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔۷/اکتوبر کو حماس کے حملہ کے وقت اسرائیل نے اٹھائیس ہیلی کاپٹر اور بہت سے ٹینکوں سے حملہ کیا، جس کے سبب اسرائیلی شہری ہلاک ہوئے۔حماس نے فلسطینی قیدیوں کو اسرائیلی جیلوں سے آزاد کرانے کے واسطے اسرائیلی شہریوں کو قیدی ضرور بنایا تھا، لیکن ان قیدیوں کو مہمانوں کی طرح رکھا۔حماس کی قید سے رہا ہونے والے قیدیوں نے بھی حماس کے حسن سلوک کا اعتراف کیا ہے۔

اسرائیلی حکومت کی دہشت گردی اور فلسطینیوں کا قتل عام:

اسرائیلی حکومت روزانہ عام شہریوں کے گھروں پر بمباری کرتی ہے اور چار پانچ سو عام شہریوں کو ہلاک کر دیتی ہے۔ یہ جنگ نہیں ہے، بلکہ جنگ کے نام پر مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔مہلوکین میں کثیر تعداد بچوں اور عورتوں کی ہے۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے۔اس سے قبل بھی کئی بار اسرائیلی حکومت بمباری کر کے غزہ پٹی کے مسلمانوں کو ہلاک کر چکی ہے، لیکن عہد ماضی میں سوشل میڈیا کا وجود نہیں تھا اور چند سالوں قبل آج کی طرح سوشل میڈیا متحرک نہیں تھا۔ڈیجیٹل موبائل بھی کم ہی لوگ رکھتے تھے اور الیکٹرانک میڈیا وپرنٹ میڈیا پر یہود ونصاریٰ کا قبضہ تھا۔وہ لوگ جو خبر نشر کرتے ، دنیا اسی کو صحیح مان لیتی تھی، لیکن اس مرتبہ دنیا حقائق سے واقف ہوگئی اور دنیا بھر میں یہودیوں کے خلاف سخت احتجاج ومظاہرے ہونے لگے اور آج تک دنیا بھر میں مظاہرے جاری ہیں۔

امریکہ نے حالیہ جنگ کے دوران اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں تین بار جنگ بندی کی مخالفت کی اور ایک بار اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جنگ بندی کی مخالفت کی ، حالاں کہ دنیا کے دیگر ممالک جنگ بندی چاہتے ہیں ۔امریکہ اسرائیل کے ذریعہ مشرق

وسطیٰ کو کنٹرول کرتا ہے، لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ غزہ پٹی اور ویسٹ بینک پر اسرائیل کا قبضہ ہو جائے اور فلسطین کا نام ونشان مٹ جائے، تاکہ اسرائیل کو کسی جانب سے حملے کا خوف نہ ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ فلسطینی مجاہدین روزانہ سو ڈیڑھ سو یہودی فوجیوں کو ہلاک اور زخمی کر رہے ہیں۔ اسرائیل کے اسپتال زخمی یہودی فوجیوں سے بھر چکے ہیں۔ ساری دنیا یہودی فوج کی شکست سے واقف ہو چکی ہے۔ دوسری جانب غزہ میں قیامت برپا ہے۔ غزہ ایک جیل کی طرح ہے۔ تین اطراف سے اسرائیل نے گھیر رکھا ہے۔ ایک جانب مصر کی سرحد ہے۔ یہ سرحد بھی مکمل طور پر بند ہے۔ اسرائیلی جنگی طیارے فضاؤں سے بم اور میزائل برسا رہے ہیں اور غزہ پٹی کے رہائشی علاقوں میں گھس کر یہودی فوج عام شہریوں پر ظلم وجبر کر رہی ہے۔ یہودی فوجی عام فلسطینی شہریوں کو قتل کر رہے ہیں۔ وہ عورتوں کی عصمت دری کر رہے ہیں۔ عام شہریوں کے گھروں سے قیمتی سامان لوٹ رہے ہیں۔

غزہ پٹی کے لوگ بھوک سے مر رہے ہیں۔ پینے کا صحیح پانی میسر نہیں۔ کہیں باہر سے خورد ونوش کے سامان بھی نہیں آسکتے ہیں۔ قریباً ساٹھ ہزار زخمی ہیں۔ علاج اور دوا کا کوئی انتظام نہیں۔ یہودیوں نے اسپتالوں کو مسمار کر دیا ہے اور بہت سے ڈاکٹروں کو بھی ہلاک کر دیا ہے۔ بعض لوگ اپنی زندگی بچانے کے لئے گدھوں کو ذبح کر کے کھا رہے ہیں۔ اتنی زیادہ بمباری ہونے سے غزہ پٹی کی فضا مسموم ہو چکی ہے۔ لوگ مختلف قسم کے وبائی امراض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ الغرض غزہ پٹی ایک جہنم بن چکا ہے۔ ۲۱؍ ہزار سے زائد عام شہری ہلاک ہو چکے ہیں۔ بارہ ہزار شہری لاپتہ ہیں، وہ عمارتوں کے ملبے تلے دب کر ہلاک ہو چکے ہوں گے، یعنی تقریباً ۳۳؍ ہزار شہری ہلاک ہو چکے ہیں۔ بہت سے عام شہریوں کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ درحقیقت غزہ کے مکمل حالات سے اہل جہاں واقف نہیں۔

اسرائیلی حکومت کی فریب بازی اور ناکامی: اسرائیلی حکومت نے فلسطینی مسلمانوں کو ورغلانے کے لیے بار بار اعلان کیا کہ تم لوگوں پر یہ مصیبت حماس کی وجہ سے آئی ہے۔ تم لوگ حماس کا ساتھ چھوڑ دو، لیکن نتیجہ برعکس نکلا۔ حماس کی مقبولیت میں غیر متوقع حد تک اضافہ ہوتا گیا۔ اب ویسٹ بینک کے عام شہریوں نے بھی ہتھیار اٹھا لیے ہیں کہ جب مرنا ہی ہے تو دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے مریں گے۔

صحافیوں کا قتل اور نقصان کو چھپانا: اسرائیلی حکومت نے حالیہ جنگ کے دوران ایک سو سے زائد صحافیوں اور رپورٹرز کو ہلاک کیا۔ ان کے گھروں پر بمباری کی، تاکہ یہودیوں کا نقصان دنیا والوں کو معلوم نہ ہو سکے، لیکن دنیا والے حقائق سے واقف ہوتے گئے اور یہودیوں کی پھیلائی ہوئی جھوٹی خبروں کو غلط سمجھنے لگے۔ اب تو اسرائیلی میڈیا بھی کچھ حقائق اور یہودیوں کے نقصان بیان کرنے لگا ہے۔ غزہ پٹی میں حماس کے علاوہ دیگر فلسطینی تنظیمیں بھی مصروف جہاد ہیں۔ مجموعی طور پر اسرائیل کے گیارہ سو سے زائد ٹینک، فوجی گاڑیاں اور بلڈوزر تباہ کیے جا چکے ہیں۔ آٹھ ہزار سے زائد یہودی فوجی ہلاک وزخمی ہو چکے ہیں۔ بہت سے فوجی ہمیشہ کے لیے معذور، بہت سے پاگل، بہت سے نامرد، بہت سے اندھے اور بہت سے ہیضہ ودیگر بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

غزہ پٹی میں مختلف ممالک کے یہود ونصاری اسرائیل کی

طرف سے جنگ لڑ رہے ہیں۔حماس کے مجاہدین مخالف فوج کے بہت سے سپاہیوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔مہلوکین میں مختلف ممالک کے فوجی شامل ہیں۔جب اسرائیل اپنے فوجیوں کی ہلاکت کی صحیح تعداد نہیں بتاتا ہے تو دیگر ممالک کے فوجیوں کی ہلاکت کی تعداد کیسے بتا سکتا ہے۔

اسرائیل غزہ پٹی کی زمینی جنگ میں بالکل ناکام اور سخت ہزیمت ورسوائی سے دو چار ہے۔اس کے باوجود اسرائیل جنگ جاری رکھنا چاہتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ گرچہ ہر دن اسرائیل کے سو، ڈیڑھ سو فوجی ہلاک ہورہے ہیں،لیکن اسرائیل ہر دن ہوائی حملے کر کے چار پانچ سو فلسطینی شہریوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور اسرائیل کا مقصد فلسطینی شہریوں کی نسل کشی ہے،تا کہ ہلاکت کی کثرت کو دیکھ کر فلسطینی مسلمان غزہ پٹی اور ویسٹ بینک سے بھاگ جائیں۔ اسرائیل کا یہ پلان مخفی اور پوشیدہ نہیں، بلکہ اسرائیل اعلانیہ کہتا ہے کہ غزہ پٹی اور ویسٹ بینک پر قبضہ کر کے گریٹر اسرائیل کی تشکیل ہوگی۔ یہودی کائنات عالم کی سب سے بدترین قوم ہے۔یہ لوگ جہاں بھی رہیں گے، وہاں فتنہ وفساد پھیلاتے رہیں گے۔

فلسطین واسرائیل کی حالیہ جنگ کو دیکھ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حماس کی جنگی حکمت عملی انتہائی مستحکم اور نتیجہ خیز ہے۔زمینی جنگ میں اسرائیل کے ساتھ امریکہ، برطانیہ، جرمنی، فرانس ودیگر مغربی ممالک کی فوجیں بھی ہیں،لیکن زمینی جنگ میں یہود ونصاریٰ کی فوجیں بالکل ناکام ہیں۔قابل تحسین اور بے مثال جنگی حکمت عملی اور شیروں کی طرح شجاعت وبہادری کے باوجود حماس نے عوام کو اسرائیل کی بمباری سے محفوظ رکھنے کا کوئی انتظام نہ کیا، نہ ہی اسرائیلی فضائیہ کو بمباری سے روک سکا۔جب حماس نے اس جنگ کی طویل تیاری کی تھی تو عوام کو بمباری سے محفوظ رکھنے کا بھی کوئی طریقہ اختیار کرنا تھا۔

اسرائیل نے اپنے بڑے شہروں میں جا بجا بنکر (سرنگ) بنا رکھے ہیں۔جیسے ہی کوئی میزائل یا راکٹ اسرائیل کی طرف آتا ہے، ویسے ہی آئرن ڈوم سائرن بجانے لگتا ہے اور لوگ دوڑ کر بنکر میں گھس جاتے ہیں۔میزائل وراکٹ کسی بلڈنگ پر گرتے ہیں اور آگ لگ جاتی ہے۔آگ بجھانے کا بھی اسرائیل نے مستحکم انتظام کر رکھا ہے۔گرچہ بعض لوگ راکٹ ومیزائل سے زخمی یا ہلاک ہو جاتے ہیں،لیکن نقصان بہت کم ہوتا ہے۔ایران نے ایسا میزائل بنایا ہے کہ آئرن ڈوم اس کا جب پتہ لگائے،اس وقت تک وہ میزائل اپنے نشانہ پر پہنچ کر تباہی مچا دیتا ہے،لیکن حماس کے پاس ایسے میزائل نہیں۔

امریکہ جنگ بندی نہیں چاہتا ہے۔اس کا اعتراض ہے کہ اسرائیل کو حق دفاع حاصل ہے،حالاں کہ حق دفاع کے سبب عام شہریوں کو ہلاک نہیں کیا جاتا ہے۔حماس کے مجاہدین سرنگوں میں رہتے ہیں اور سرنگوں میں داخل ہوتے ہی یہودیوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔سرنگوں کو تباہ کرنے کے لیے امریکہ نے بنکر بسٹر بم اسرائیل کو دیا تھا،لیکن یہ بم سرنگوں کو تباہ کرنے کے قابل نہیں۔سرنگوں میں پانی بھی نہیں ڈالا جا سکا اور جن سرنگوں میں مجاہدین کے ٹھکانے ہیں، یہود ونصاریٰ کو ان سرنگوں کے راستوں کا بھی پتہ نہیں۔مخالف فوج پر حملہ کے لیے جو سرنگ بنائے گئے ہیں،ان میں سے صرف چند سرنگوں کی جانکاری یہودیوں کے پاس ہیں۔امریکہ نے صرف مسلم ممالک (عراق،شام، لیبیا، افغانستان) میں قریباً ایک کروڑ انسانوں کو ہلاک کیا ہے۔غزہ پٹی میں صرف ۲۳ رلاکھ مسلمان رہتے ہیں۔ان تمام فلسطینیوں کو ہلاک کرنا کون سا مشکل کام ہے۔امریکہ حالیہ جنگ کے دوران یہ بھی کہہ چکا ہے کہ جنگوں میں عام لوگوں کی بھی ہلاکت ہوتی ہے۔اس طرح امریکہ عام شہریوں کی ہلاکت کے لیے

راستہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔

یہودیوں نے فلسطینی مسلمانوں کی زمین پر قبضہ کر کے ایک ملک بنالیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی سرزمین سے نکال دیا ہے۔ اقوام متحدہ نے فلسطینیوں کو جو زمین دی تھی، اس پر بھی اسرائیل نے قبضہ کرلیا ہے اور باہر سے آنے والے غاصب یہودی ایک صدی سے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھا رہے ہیں تو فلسطینی مسلمانوں کو بھی حق دفاع حاصل ہے۔ وہ بھی اگر اپنی زمین سے یہودیوں کو بھگانے کے لیے کوئی اقدام کرتے ہیں تو وہ اقدام بھی صحیح ہے، حالاں کہ امریکہ حماس کو دہشت گرد گروپ اور حماس کی کارروائیوں کو دہشت گردی قرار دیتا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ امریکہ واسرائیل ہی دہشت گرد ہیں۔ اب تو دنیا بھر میں امریکہ کے خلاف نفرت بڑھتی جارہی ہے۔ امریکہ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔

حماس کے مجاہدین کی تعداد چالیس ہزار ہے اور اسرائیل غزہ پٹی کی قریباً پچاس ہزار عمارتوں پر بمباری کر چکا ہے۔ اسرائیل کہتا ہے کہ ہمارے جنگی جہاز انہیں عمارتوں پر بمباری کرتے ہیں، جن عمارتوں میں حماس کے مجاہدین رہتے ہیں۔ جب پچاس ہزار عمارتوں پر حملے ہو چکے ہیں تو حماس کے سارے مجاہدین ختم ہو چکے ہوں گے، کیوں کہ مجاہدین کی تعداد صرف چالیس ہزار ہے اور پچاس ہزار عمارتوں پر بمباری ہو چکی ہے، پھر اب اسرائیل کیوں حملے کر رہا ہے اور جب حماس کے مجاہدین ختم ہو چکے تو یہودی فوجیوں کو ہلاک کون کر رہا ہے۔ جب اسرائیل کو آج تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسرائیل کے یہودی قیدی کہاں ہیں تو اسرائیلی حکومت کو یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ حماس کے مجاہدین کن عمارتوں میں ہیں۔ یہ بات تو ساری دنیا میں مشہور ہے کہ حماس کے مجاہدین سرنگوں میں رہتے ہیں، پھر عام شہریوں کی عمارتوں پر بمباری کرنا اور عام شہریوں کو ہلاک کرنا یقیناً بین الاقوامی اور انسانی جرم ہے۔ اس سخت جرم پر اسرائیلی حکومت پر قتل عام اور نسل کشی کا مقدمہ ضرور ہونا چاہئے، لیکن بین الاقوامی کورٹ بھی امریکہ کے زیر اثر ہے، پس فیصلہ ہونا مشکل ہوگا۔

عربوں کی خموشی اور فلسطینیوں کی تباہی: فلسطین میں قریباً تین ماہ سے اسرائیل کی وحشیانہ بمباری اور قتل وغارت گری کے باوجود عرب ممالک آج تک اسرائیل سے سیاسی وتجارتی تعلقات ختم نہ کر سکے۔ بہت سے عرب ممالک میں بادشاہت ہے۔ ان بادشاہوں کو خطرہ ہے کہ اگر ہم نے اسرائیل سے تعلقات منقطع کرلیا تو امریکہ ہماری بادشاہت کو ختم کر کے جمہوریت لانے کی کوشش کرے گا اور ہمارے عوام کو ہمارے خلاف کر کے نیٹو کی فوج لے کر اتر پڑے گا۔ ایسی صورت میں ہماری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ کہ عربی ممالک کے سلاطین محض اپنی بادشاہت کی حفاظت کے لیے اسرائیل سے دوستانہ تعلقات برقرار رکھے ہوئے ہیں اور بادشاہت ختم ہونے کا خطرہ ہمیشہ برقرار رہے گا، لہٰذا یہ ممالک ہمیشہ کے لیے بیکار ہیں۔

جن عرب ومسلم ممالک میں جمہوریت ہے، ان کے ذمہ داروں کو خطرہ ہے کہ اگر ہم نے اسرائیل کے خلاف کوئی کارروائی کی تو امریکی خفیہ ایجنسی ہمارے یہاں فتنہ سامانیوں کے ذریعہ ہماری حکومت کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی، یعنی جمہوری ممالک کے ذمہ داران بھی اپنی حکومت بچانے کے لیے اسرائیل کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ الغرض جمہوری مسلم ممالک بھی مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کو روکنے سے قاصر ہیں۔

۲۱ ردسمبر کو ملک شام کی طرف سے گولان ہائٹس پر سخت حملہ کیا گیا اور اسرائیلی فوجیوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور ۲۲ ردسمبر کو ہی ملک شام میں شامی صدر بشارالاسد کو ہٹانے کے لیے اس کے مخالفین سخت مظاہرے کرنے لگے۔ بشارالاسد شیعہ ہے اور یہ مخالفین سنی ہیں۔ یہ عالمی اصطلاح کے اعتبار سے سنی ہیں۔ درحقیقت یہ وہابی لوگ ہوں گے۔ برطانیہ کے جاسوس مسٹر ہمفرے نے وہابی مذہب کی بنیاد رکھی تھی، تاکہ سلطنت عثمانیہ ترکیہ کو تباہ کیا جائے۔ انجام کار عربوں کی غداری کے سبب سلطنت عثمانیہ ترکیہ کا خاتمہ ہو گیا، لیکن یہ وہابیہ آج تک اسلام ومسلمانوں کی تباہی وبربادی کے لیے برسرپیکار ہیں۔

بعض مسلم ممالک جو امریکہ کے خلاف ہیں، مثلاً ایران وشام ویمن وغیرہ۔ یہ ممالک کچھ کر سکتے ہیں، لیکن وہ بھی اپنی مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی کوئی قدم اٹھا سکتے ہیں۔ یمن نے قدم بڑھایا تو امریکہ نے ساری دنیا سے اپیل کی کہ یمن کے خلاف میدان میں اتریں۔ خبر آئی کہ چوالیس ممالک امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں، پھر کسی طرح یہ اتحاد ٹوٹ گیا۔ الغرض مسلمانوں پر ظلم وجبر اسی وقت کم ہوسکتا ہے، جب مسلم ممالک متحد ہوں اور امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے مقابلہ آرائی کے قابل ہوں۔

زمینی جنگ میں حماس کا پلہ بھاری ہے، لیکن امریکہ واسرائیل کا پلان ہے کہ عام فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے اور انسانی ضرورتوں کے سامان بھی فلسطین نہ پہنچنے دیا جائے، تاکہ بہت سے عام شہری بھوک وپیاس سے مر جائیں۔ اسپتالوں کو تباہ وبرباد کر دیا جائے، تاکہ زخمیوں اور دیگر مریضوں کا علاج نہ ہو سکے اور وہ علاج ودوا نہ ملنے کے سبب ہلاک ہو جائیں اور ان سب مشکلات کو دیکھ کر حماس ہتھیار ڈال دے اور پھر فلسطین میں ایک کٹھ پتلی حکومت قائم کی جائے جو امریکہ واسرائیل کی غلامی کرتی رہے۔ اسرائیل فلسطینی مسلمانوں پر مسلسل ظلم ڈھاتا رہتا ہے۔ جب کٹھ پتلی حکومت ہوگی تو وہ یہودی مظالم پر خاموش رہے گی۔

حالیہ جنگ کے سبب اسرائیل کو جو مالی نقصان ہوگا، امریکہ ومغربی ممالک اس کمی کو پوری کر دیں گے، لیکن جو فلسطینی مسلمان اس ظلم وستم کے سبب ہلاک ہو جائیں گے، وہ واپس نہیں آ سکتے۔ غزہ پٹی کے حالات اتنے بدتر ہیں کہ سن کر انسانوں کے دل دہل جاتے ہیں اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن یہود ونصاریٰ ایسے خون خوار درندے ہیں کہ وہ انسانوں کا خون پی کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔

امریکہ ومغربی ممالک میں یہودیوں کو سب سے افضل قوم مانا جاتا تھا۔ یہودیوں کے خلاف تنقید کو جرم سمجھا جاتا تھا، لیکن حالیہ جنگ کو دیکھ کر امریکہ ومغربی ممالک کے میڈیا میں بھی یہودیوں کے مظالم بیان کیے جا رہے ہیں اور یہودیوں پر سخت تنقید کی جا رہی ہے۔ مغربی ممالک کے عوام اسرائیل کے خلاف مسلسل مظاہرے کر رہے ہیں۔ یہودیوں کے بارے میں سورہ بقرہ (آیت ۷۴) میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہودیوں کے دل پتھر کی طرح سخت ہو چکے ہیں، بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو چکے ہیں، کیوں کہ بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ اس سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ یہودیوں کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ بہت سے وڈیوز ہیں جن میں یہودی غزہ پٹی میں مسلمانوں کے قتل عام پر خوشی منا رہے ہیں۔ یہ ایسی بدترین قوم ہے کہ عہد ماضی میں کئی بار ان کا قتل عام ہوا ہے۔ بخت نصر سے لے کر ہٹلر تک یہودیوں کے قتل عام ایک طویل تاریخ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے بعد بھی یہودی ایمان نہیں لائیں گے، بلکہ ان کا قتل عام ہوگا اور قتل عام کے

ذریعہ ہی دنیا سے یہودیوں کا خاتمہ ہوگا۔

حالیہ جنگ کی مدت میں غزہ پٹی اور ویسٹ بینک میں یہودی فوجیوں نے ہینڈ بل تقسیم کیا تھا۔اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حماس کے لوگ شیعہ ہوگئے۔اب یہ لوگ سنی نہیں رہے،لہٰذا عرب کی عدالت میں ان کا معاملہ پیش کیا جائے۔درحقیقت یہود ونصاریٰ ہمیشہ مسلمانوں کے درمیان شیعہ سنی اختلاف پیدا کر کے پھوٹ ڈالتے رہے ہیں۔اس مرتبہ امریکہ واسرائیل اور مغربی قوتیں اس فریب بازی میں سخت ناکام رہی ہیں۔

دنیا کی بہت سی قوموں کے افراد یہودیوں سے زیادہ مالدار اور تعلیم یافتہ ہیں،لیکن دنیا بھر میں یہ جھوٹ پھیلایا گیا کہ یہودی بہت مالدار اور تعلیم یافتہ قوم ہے۔جھوٹ پھیلا کر اور فریب بازی کر کے یہودیوں کو بالاتر قوم بتانے کی کوشش کی گئی۔اگر یہ کہا جائے کہ فریب بازی،ظلم وجبر،کذب بیانی اور شیطانی میں یہودی قوم سب سے آگے ہے تو یہ ضرور سچ ہے۔قران مقدس میں یہودیوں کی بہت سی شرارتوں کا ذکر ہے۔یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی فضیلت عطا فرمائی تھی،لیکن ان کی شیطانی ونافرمانی کے سبب وہ فضیلتیں سلب کر لی گئیں اوراس کے بعد یہودی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی غضب یافتہ قوم ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

”ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ“. (سورہ آل عمران: آیت ۱۱۲)

ترجمہ:ان پر جمادی گئی خواری (ذلت) جہاں ہوں،امان نہ پائیں، مگر اللہ کی ڈور اور آدمیوں کی ڈور سے اور غضبِ الٰہی کے سزاوار ہوئے اور اُن پر جمادی گئی محتاجی،یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے،یہ اس لیے کہ نافرمان بردار اور سرکش تھے۔(کنزالایمان)

منقولہ بالا آیت مقدسہ میں بیان فرمایا گیا کہ یہودیوں پر ذلت اور محتاجی لازم کردی گئی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس آیت میں استثناء بھی ہے:”اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ“. یعنی ان ذلیل یہودیوں کو اللہ کی طرف سے سہارا مل جائے یا لوگوں کی طرف سے سہارا مل جائے تو عزت پالیں گے۔اِستثنا کے سبب معنی یہ ہوگیا کہ یہودی ذلت وخواری سے کسی صورت اور کسی طرح بچ نہیں سکتے،مگر اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھام کر یا لوگوں کی رسی کو پکڑ کر۔اللہ تعالیٰ کی رسی کے ساتھ عزت اس طرح پائیں گے کہ یہودی مسلمان ہو جائیں تو ذلت وخواری سے بچ جائیں گے اور حقیقی عزت حاصل کرلیں گے اور لوگوں کی رسی کی صورت یہ کہ لوگوں سے عہد وپیمان کریں،اسلامی حکومت کے ذمی بن جائیں یا کافر حکومتوں سے بھیک مانگیں اور تعاون حاصل کریں تو دنیاوی عزت پاسکتے ہیں اور ایسی صورت میں ان کی سلطنت بھی بن سکتی ہے۔چند سالوں قبل اگرچہ اسرائیل میں مغربی ممالک کی مدد سے یہودی سلطنت وجود میں آگئی ہے،لیکن اس حکومت کا قیام قرآنِ مقدس کی صداقت کے خلاف نہیں،بلکہ قرآنِ کریم کی صداقت کی بڑی صاف اور واضح دلیل ہے۔قرآن مقدس میں استثنا موجود ہے:”وحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ“. صدیوں سے ذلیل وخوار یہودیوں کو نصاریٰ کی مدد سے ایک ملک مل گیا اوران کی حکومت قائم ہوگئی۔

☆

حضرت مخدوم علی مہائمی کی فقہی وروحانی خدمات

از۔ مولانا غلام مصطفیٰ رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

حضرت مخدوم علی مہائمی کی شخصیت: تاریخِ اسلام کی وہ شخصیات جن کے وجود سے اسلامی تعلیمات کا احیا ہوا اور دل کی دُنیا میں خوش گوار انقلاب رونما ہوا ان میں نمایاں وممتاز نام تاج دارِ کوکن حضرت مخدوم علی قطب مہائمی رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۸۳۵ھ) کا ہے۔ جن کا آستانہ صدیوں سے محبتوں کا محور اور عقیدتوں کا مرجع بنا ہوا ہے۔

ساحلی علاقوں میں اسلام کی آمد: علاقہ ممبئی وکوکن کی تجارتی اہمیت مسلّم رہی ہے۔ ساحلِ سمندر ہونے کے سبب یہاں عرب وہند کے مابین تجارتی تعلقات رہے اور یہ علاقہ عربوں کی نگاہوں کا مرکز رہا ہے۔ یہاں کی بندرگاہ سے سامانِ تجارت عرب ملکوں سے آتے اور جاتے، ہندوستانی اشیا دوسرے ملکوں کو برآمد کی جاتیں۔ جب کہ تجارت کے ساتھ ہی داعیانِ دین صوفیا کی آمد ہند کا سلسلہ مدتوں جاری رہا۔ جن کے قدموں کی برکت سے سواحلِ ہند اسلام کے دامنِ رحمت میں آتے رہے۔

مخدوم مہائمی کا تعارف: حضرت مخدوم علی مہائمی کا عہد آٹھویں صدی ہجری کے اختتام ونویں صدی ہجری کے آغاز کا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۰ رمحرم الحرام ۷۷۶ھ/۱۳۷۲ء میں ''مہائم'' میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی علاؤالدین وعلی ہے۔ کنیت ابوالحسن، لقب زین الدین ہے۔ علم فقہ وتفسیر میں عظیم شان رکھنے کے باعث فقیہ و مخدوم کے لقب سے مشہور ہوئے۔

''سبحۃ المرجان'' میں علامہ میر سید غلام علی آزاد بلگرامی چشتی علیہ الرحمہ (وصال ۱۲۰۰ھ) نے ان الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے:

''مولانا شیخ علی ابن احمد المہائمی گروہ'' نوایت'' سے ہیں۔ یہ لفظ ''ثوابت'' کے وزن پر ہے۔ ایک قوم ہے جو دکن کے شہروں میں رہتی ہے۔ میں نے ان کا حال فارسی کتابوں میں دیکھا۔ طبری نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا کہ ''نائتہ'' گروہ ہے'' قریش'' کا جو مدینہ منورہ سے حجاج بن یوسف کے خوف سے نکلا اور دریائے ہند کے ساحل پہنچ کر سکونت اختیار کی۔''

دینی خدمات: تیسری صدی ہجری میں حضرت مخدوم مہائمی کے اجداد عرب سے ہند آئے اور کوکن میں فروکش ہوئے۔ والد ماجد شیخ شاہ احمد، عالمِ باعمل تھے۔ صاحب زادے کو حدیث وفقہ وتفسیر وغیرہ علومِ دینیہ میں خصوصی تربیت دی۔ ذی علم خاندان تھا اس لیے علومِ دینیہ میں درک حاصل ہوا۔ مشہور ہے کہ آپ کی تربیت وکمال میں حضرت خضر علیہ السلام کا بھی فیض شامل ہے۔ آپ نے کمالِ علم حاصل کیا۔ روحانی مقام ومنصب بھی ایسا کہ دور ونزدیک سے اہلِ دل فیض یابی کرتے۔ سیاحت بھی کی۔ ممبئی کے قاضی کے منصب پر بھی فائز رہے۔ آپ نے خدمت علم دین بھی کی۔ یہی سبب ہے کہ کئی صاحبِ تصنیف تلامذہ ہیں جن میں علامہ محمد سعید کوکنی رتنا گیری وعلامہ

بدرالدین محمد بن ابوبکر الدمامینی مشہور ہیں۔

آپ کے بارے میں ”سبحۃ المرجان“ میں علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے لکھا کہ:

”شیخ علی مہائمی باریک بیں علما اور صاحبانِ عرفان میں تھے۔ توحید وجودی کا اثبات کرنے والے اور شیخ ابن عربی کے نقوشِ قدم پر گامزن تھے۔“

گزری صدی کے عظیم محقق، امام احمد رضا قادری محدث بریلوی (وصال ۱۳۴۰ھ) بھی شیخ محی الدین ابن عربی کی تعلیمات کے داعی ومویّد تھے۔ جس کا سبب علوم ظاہری وروحانی میں کمال تھا۔ جب صوفی زاہد عالمِ باعمل ہو تو اس کا علم رحمت ہوتا ہے اور وہ صراطِ مستقیم کی طرف لے جانے والا ہوتا ہے۔ حضرت مخدوم علی مہائمی نے زندقہ وگمرہی کا خاتمہ کیا اور اصل اسلامی تصوف کی تعلیم دی، انہیں تعلیمات کی اشاعت گزری صدی میں امام احمد رضا قادری نے کی اور غیر اسلامی متصوفانہ افکار کی تردید کر کے سُنّت کو زندہ کیا۔

مخدوم مہائمی کے معروف معاصرین: حضرت مخدوم مہائمی کا عقد والیِ احمد آباد سلطان احمد شاہ نے اپنی ہمشیرہ سے کیا۔ آپ پیکرِ اخلاص وتقویٰ تھے۔ شریعت پر عامل اور خلافِ شرع راہوں سے متنفر تھے۔ حضرت مہائمی کے عہد میں معاصرین میں علم وروحانیت کے بڑے بڑے تاج ور موجود تھے۔ جن میں حضرت سید اشرف مخدوم سمنانی کچھوچھوی (۸۰۸ھ)، حضرت زین الدین شیرازی دولت آبادی (۸۱۳ھ)، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ (۸۲۵ھ)، حضرت بدیع الدین زندہ شاہ مدار مکن پور (۸۴۰ھ)، حضرت قطب عالم شاہ برہان الدین (۸۴۵ھ)، حضرت خواجہ شاہ احمد عبدالحق مخدوم ردولوی (۸۳۶ھ) کا شہرہ تھا، ایسے میں علاقۂ کوکن میں حضرت مخدوم مہائمی نے بساطِ علم وعرفان آراستہ کی۔

وصال: آپ کا وصال بروز جمعہ بوقتِ شب ۹رجمادی الآخرہ ۸۳۵ھ/ ۱۴۳۱ء میں ہوا۔ بعض نے ۸رجمادی الآخرہ تاریخِ وصال لکھی۔ تدفین مہائم میں ہوئی۔ ”جنات الفردوس“ مادۂ تاریخ ہے۔ مزارِ اقدس عالی شان تعمیر ہوا۔ متصل مسجد بھی ہے۔ ہر سال عرس کا اہتمام بڑی شان وشوکت سے ہوتا ہے۔ کثیر زائرین ہوتے ہیں۔ آپ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا قرآن مقدس کے نسخہ کی زیارت ۲۹رویں شب رمضان المبارک میں کرائی جاتی ہے۔

تصنیفی خدمات: آپ کی تصانیف اسلاف کے مسلکِ عرفان کی ترجمان ہیں۔ فقہ شافعی کو آپ نے استدلال سے آراستہ کیا۔ تفسیر میں گُہر ہائے علمیہ لُٹائے۔ فتاویٰ بھی صادر فرمائے۔ آپ کی تصانیف میں مابعد الطبیعیات، رموزِ معرفت، فلسفہ وحکمت وتصوف کے گنج ہائے گراں مایہ مستور ہیں۔ آپ کی تصانیف کثیر ہیں جن میں کم ہی محفوظ ہیں۔ اکثر امتدادِ زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ جب کہ مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی نے ۲۱رتصانیف کی فہرست ”فقہ مہائمی“ مطبوعہ ناسک کے مقدمے میں درج کی ہیں۔

حضرت مخدوم علی مہائمی کی فقہ شافعی پر ممتاز وعظیم تصنیف ”المعتمد من مذهب الشافعی“، قلمی مخطوطے کی صورت میں محفوظ ہے۔ جس کی زیارت محقق شافعیت حضرت مفتی سید رضوان احمد شافعی رفاعی کے دولت کدے پر راقم واحباب نے کی ہے۔ جو

چھوٹی تقطیع پر مشتمل ہے۔ متن سیاہ قلم سے اور فصول و ابواب کی عنوان بندی سرخ قلم سے ہے۔ اس کے تعارف میں مفتی سید رضوان احمد شافعی لکھتے ہیں:

''المعتمد قلمی مخطوطہ تقریباً سات سواڑتالیس صفحات پر ایک جلد دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ دو سو چھتیس صفحات پر ''کتاب الطھارۃ'' سے ''کتاب الفرائض'' تک ہے۔ جب کہ دوسرا حصہ دوسوسینتیس تا پانچ سوتین صفحات پر ''کتاب الفرائض'' کی چند فصول سے ''کتاب العتق'' تک ہے۔''

(فقہ مہائمی، ص۱۳)

اس کتاب کی جلد اول ابوابِ طہارت سے نماز تک کا ترجمہ ''فقہ مہائمی'' کے عنوان سے ایک جلد میں مفتی سید رضوان احمد شافعی رفاعی نے رفاعی مشن ناسک سے ۲۰۱۶ء میں شائع کیا، یہ ترجمہ عمدہ، سلیس، رواں، با محاورہ وعلمی ہے، امید کہ بقیہ اجزا بھی ترجمہ ہو کر منصۂ شہود پر ہوں گے۔ آپ کی تفسیر بڑی معرکہ آرا ہے جس کے کچھ حصوں کی ایک جلد میں اشاعت ہوئی ہے۔ اردو ترجمہ مفتی محمد عصمت بوبیرے شافعی مصباحی نے کیا ہے۔ اللہ کریم ہمیں اسلاف کے دامن سے وابستہ رکھے۔ حضرت مخدوم مہائمی علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات سے نوازے اور اسلاف کی مبارک تعلیمات پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

☆

کراماتِ غوثِ اعظم

از۔ سلمان رضا فریدیؔ، مسقط عمان

عشق نبی کے جام پلاتے ہیں غوث پاک
سویا ہوا نصیب جگاتے ہیں غوث پاک
رائی کے مثل دیکھ کے سارے جہان کو
رب کی عطا سے غیب بتاتے ہی غوث پاک
حاصل ہیں مصطفیٰ کے خزانوں کا اختیار
سب پر بنی کا فیض لٹاتے ہیں غوث پاک
کیوں ہیں منافقوں کو بھلا گیارہویں سے ضد
ہم کھا رہے ہیں اور کھلاتے ہیں غوث پاک
بخشا ہیں رب نے جامۂ ''لایحزنون'' انہیں
پیغام ''لاتخف'' کا سناتے ہیں غوث پاک
ٹھوکر لگا کے بولے کہ اٹھ میرے حکم سے
مردے کو اس طرح سے جلاتے ہیں غوث پاک
کھاتے ہیں مرغ اور انہی ہڈیوں سے پھر
دست کرم سے مرغ بناتے ہیں غوث پاک
تائب ہوئے لٹیرے سب اپنے گناہ سے
رنگ صداقت ایسا دکھاتے ہیں غوث پاک
دعوت تھی ایک وقت میں ستر مقام پر
اک ساتھ ہر مکان پہ جاتے ہیں غوث پاک
رہ جاتی ہیں سمٹ کے زمانے کی وسعتیں
اپنے قدم جدھر بھی بڑھاتے ہیں غوث پاک
پھنستی ہے بحرِ غم میں جہاں زندگی کی ناؤ
اس کو فریدیؔ! پار لگاتے ہیں غوث پاک

قرآن کریم اور ذکر رسول کائنات

از۔علامہ محمد احمد مصباحی، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارکپور

ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پوری کائنات کے رسول ہیں یہ بھی قرآن ہی سے ثابت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔(فرقان۔۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن کو اپنے بندے پر اتارا تا کہ سارے جہان کے لیے ڈرسنانے والا ہو۔اس ارشاد میں لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا آیا ہے۔عالم تمام ماسوی اللہ کو کہتے ہیں اور عالمین جمع،انواع واصناف کے احاطے کے لیے ہے،یعنی تمام ما سوی اللہ بشمول جملہ انواع واصناف کے لیے وہ نذیر یعنی ڈر سنانے والے ہیں۔اس کی وضاحت مسلم شریف کی صحیح حدیث سے ہوتی ہے۔سرکار فرماتے ہیں:

''أرسلت الى الخلق كافة '' مجھے ساری خلقت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔یعنی صرف جن وانس ہی نہیں بلکہ ملائکہ کرام،حیوانات، نباتات، جمادات سب کے لیے ان کی رسالت عام ہے۔جیسے ان کی رحمت سارے جہان کے لیے عام ہے۔ارشاد ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔(انبیاء۔۱۰۷)

''ہم نے تمہیں سارے جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا۔''

مومنین کے لیے سرکار کی رحمت تو واضح ہے۔کفار کے لیے بھی سرکار کی یہ رحمت ہے کہ وہ انکار واصرار اور سخت معاصی کے باوجود استیصال کے عذاب سے مامون ہیں۔ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔(انفال۔۳۳)

''اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔''

سرکار کو پردہ فرمائے ہوئے آج ۱۴۰۰ رسال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے مگر منکرین پر ایسا کوئی عذاب نہ آیا کہ وہ اکثر نیست و نابود کر دیئے جائیں اور ان کا کوئی فرد باقی نہ رہے،معلوم ہوا کہ سرکار آج بھی تشریف فرما ہیں اور ان کی رحمت مومنین کے ساتھ منکرین کو بھی شامل ہے۔

عموم دعوت و رسالت کے سلسلہ میں یہ حدیث ملحوظ رہے،ارشاد فرماتے ہیں:

ما من شئ الا يعلم أني رسول الله الا مردة الجن والانس۔(طبرانی عن یعلی بن مُرة)

''سوائے سرکش جنوں اور انسانوں کے ہر چیز یہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

☆اب قرآن میں رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر دیکھیں،ظاہر ہے کہ قرآن رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا،تو ہر ارشاد میں یہ ملحوظ ہے کہ وہ مخاطب اول ہیں اور ان کی وساطت سے پوری امت دعوت تک قرآن پہنچا ہے۔اس لحاظ سے دیکھیں تو قرآن کی کوئی آیت ان کی یاد سے خالی نہیں،لفظی طر پر ان کا ذکر نہ ہو تو بھی منزل علیہ ہونے کی حیثیت سے ان کا لحاظ ضروری ہے۔

بعض مقامات پر کلمہ ''قل'' صراحۃ وارد ہے تو ان کا مخاطب ہونا صراحۃً ثابت ہے۔کہیں ایسا ہے کہ لفظ ''قل'' نہیں مگر شان نزول یہ بتاتی ہے کہ انہیں کی شان کا بیان ہے۔

مثلاً سورۂ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ۔ اس میں صراحتاً ابولہب اور اس کی بیوی کی مذمت کا ذکر ہے۔ مگر یہ دیکھیں کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی؟ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعوت کے اعلان عام کا حکم ہوا تو سرکار نے مکہ کے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں توحید کی دعوت دی اس پر ابولہب نے کھلم کھلا یہ کہا ''تبا لك، ألهذا جمعتنا'' ''تمہارے لیے بربادی ہو، کیا اسی کے لیے ہمیں جمع کیا تھا؟ اس پر رب ذوالجلال نے سورہ لہب نازل کی جس میں فرمایا تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ، اور وہ تباہ ہوگیا۔ آخر سورہ تک اس کی اور اس کی بیوی کی سخت مذمت ہے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ اس نے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اعلانیہ گستاخی کی، تو اس کی ایسی مذمت نازل ہوئی جس کی تلاوت ہمیشہ جاری رہے گی اور اسے اس کی گستاخی کی یہ تباہ کن سزا برابر ملتی رہے گی۔

اسی طرح گزشتہ قوموں اور نبیوں کے واقعات وقصص کو دیکھیں، ان کا نزول موجودہ قوم کی عبرت کے لیے ہے کہ جس طرح سابقہ قومیں کفر وتکذیب کی وجہ سے برباد کردی گئیں اسی طرح خاتم النبیین علیہ و علیهم افضل الصلوٰة والتسلیم کی تکذیب کرنے والے عذاب الٰہی کے سزاوار ہیں، مگر وعدۂ الٰہی ہے:

وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّ بَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ۔ (انفال۔۳۳)

مطلب یہ کہ اے محبوب تمہارے تشریف فرما ہوتے ہوئے ان پر عذاب استیصال نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعات وقصص اور امثال بھی ''ذکر حبیب'' سے خالی نہیں۔

☆اب صراحۃً رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت شان اور ان کے کمالات ومراتب کا ذکر دیکھیں تو وہ بھی کم نہیں۔

☆**قرآن نے سرکار کے ''ختم نبوت'' کو** صراحۃً بیان کیا۔ ارشاد ہے:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً۔ (احزاب۔۴۰)

''محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔''

قرآن کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ وہ آخری نبی ہیں، ان کی شریعت آخری شریعت ہے، ان کی دعوت قیامت تک کے لیے عام ہے، ان کے بعد کسی نئے نبی کا آنا ممکن نہیں، جو اس کے امکان کا قائل ہو وہ قرآن کا منکر اور اسلام سے خارج ہے۔

☆ان کی رسالت عامہ اور رحمت تامہ کا ذکر شروع میں گزرا۔

☆ وہ نہ صرف امتوں کے رسول ہیں بلکہ نبیوں کے بھی رسول ہیں، اور سب پر لازم ہے کہ ان کا زمانہ پائیں تو ان کی نصرت و حمایت میں مضبوطی سے لگ جائیں۔ ارشاد باری عزوجل ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْآ اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ۔ (آل عمران۔۸۱)

''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ، اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

اس عہد و پیمان کا زور بیان اور ایمان ونصرت کی تاکید بلیغ دیکھیں پھر اس عہد پر ایک دوسرے کے شاہد ہونے کا حکم دیکھیں اور سب سے عظیم خود رب جلیل کی مقدس شہادت کا بیان پڑھیں۔ ان

سب سے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالت شان اور عظمت مقام کا اندازہ کریں۔

امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ایک رسالہ لکھا ہے: ''التعظیم والمنة فی تفسیر لتومنن به ولتنصرنه'' اس سے امام احمد قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''مواہب لدنیہ'' میں اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''خصائص کبریٰ'' میں استناد کیا ہے۔ امام سبکی نے مذکورہ رسالہ میں اسی آیت سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساری خلقت سے افضل واعلم ہونا بھی ثابت کیا ہے۔ یہاں تفصیل سے صرف نظر ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ''فتوحات مکیہ'' میں ہمارے رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ''نبی الانبیاء'' ہونا بیان کیا ہے جسے امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الیواقیت والجواهر فی عقائد الأکابر'' میں نقل کیا ہے۔

(حجة الله على العالمين للعلامة يوسف بن اسمعيل النبهاني رحمه الله تعالىٰ، م۱۳۵۰ھ، ص۴۰)

☆**اب قرآن میں علم سرکار کا ذکر** دیکھیں۔ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً۔ (نسا۔۱۱۳)

''اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔''

اور ارشاد ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (نحل۔۸۹)

''اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے، اور ہدایت ورحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔''

اس آیت کریمہ کی تفصیل سے سرکار کے علم کی وسعت وہمہ گیری کا کچھ اظہار ہوتا ہے۔ یقیناً وہ اعلم الاولین والآخرین اور عالم ما کان وما یکون ہیں۔

☆**سرکار کے اخلاق کریمہ** اور رحمت ومنور کا ذکر دیکھیں۔ ارشاد ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ (ن۔۴)

اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

رب تعالیٰ نے ان کے اخلاق کو عظیم کہا، رب تعالیٰ جسے عظیم کہے اس کی عظمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

اور ارشاد ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ (آل عمران۔۱۵۹)

''تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان (منتشر) ہوجاتے، تو تم انہیں معاف فرماؤ، اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو، اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو، بے شک توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت ومروت نرم خوئی، مہربانی اور رقت قلبی کی تعریف خود رب العالمین کر رہا ہے پھر ان کے اخلاق کریمہ کی بلندی کس درجے کی ہوگی، قرآن کے مختصر اور بلیغ بیان سے ہی اس مقام کی رفعت وعظمت عیاں ہے۔

☆**سرکار کے افضل الخلق** ہونے کا ذکر ضمناً گزر چکا۔ وہ اس طرح کے انبیا ورسل کی جماعت مخلوقات میں سب سے افضل ہے، اور ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیا ورسل کے بھی رسول ہیں، تو

یقیناً وہ ان سے بھی افضل ہیں، اور جب ان سے افضل ہیں تو مطلقاً ساری مخلوقات سے افضل ہیں۔

مزید تفصیل "وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ" (بقرہ ۲۵۳) کی تفاسیر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

☆ قیامت میں سرکار کو شفاعت کبریٰ کا مقام حاصل ہوگا جس میں اولین وآخرین سب حضور کی مدح کریں گے۔ ارشاد ہے:

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً۔ (بنی اسرائیل۔۷۹)

"قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔"

جمہور نے "مقام محمود" کی تفسیر "شفاعت" سے کی ہے۔

حضور کی شفاعت کا بیان قرآن میں دوسرے مقامات پر بھی ہے۔ مثلاً ارشاد ہے:

وَلَوْاَنَّهُمْ اِذْظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيماً۔ (نساء۔۶۴)

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔"

☆ امت پر رسول کی اطاعت فرض فرمائی۔ ارشاد ہے:

وَاَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوْا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (نور۔۵۶)

"اور نماز برپا رکھو اور زکاۃ دو اور رسول کی فرماں برداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔"

اور فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ (نساء۔۸۰)

"جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔"

اور ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْراً اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ (۳۶)

"اور کسی مسلمان مرد، نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔"

اور ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً۔ (نسا۔۶۵)

"تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔"

ان کے علاوہ کثیر آیات میں اطاعت رسول کی تاکید ہے، بلکہ منصب رسالت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ رسول کی اطاعت ہو۔ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (نسا۔۶۴)

"اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔"

☆ رب العزت نے رسول کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا اور کوتاہی پر بربادی اعمال کا خطرہ بتایا۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

اِنَّـآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَّ نَذِيْراً لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلاً۔ (فتح۔۸،۹)

"بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر، اور خوشی اور ڈر سناتا، تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔"

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا

اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیعٌ عَلِیمٌ۔ یٰٓا اَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لا تَرْفَعُوا اَصْواتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لا تَجْھَرُوا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لا تَشْعُرُونَ۔ اِنَّ الَّذِینَ یَغُضُّونَ اَصْواتَھُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰہِ اُولٰئِکَ الَّذِینَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوبَھُمْ لِلتَّقْویٰ لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیمٌ۔ اِنَّ الَّذِینَ یُنَادُونَکَ مِنْ وَرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لا یَعْقِلُونَ۔ وَ لَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکانَ خَیْراً لَّھُمْ۔ وَ اللّٰہُ غَفُورٌ رَّحِیمٌ۔ (حجرات ۱-۵)

’’اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے، اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔ بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ (خود ہی) اُن کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

بارگاہ رسول کی کیسی تعظیم و ادب کی تعلیم رب جلیل نے امت کو دی ہے:

(۱) کسی قول و فعل میں رسول سے پیش قدمی نہ کریں۔

(۲) ان کے حضور آواز پست کریں۔

(۳) آہستہ آواز والے ہی خدا کے امتحان میں کامیاب اور مغفرت و اجر عظیم کے حق دار ہیں۔

(۴) حجروں کے باہر سے پکارنے والے اکثر بے عقل ہیں۔

(۵) ان کے لیے تمہاری تشریف آوری تک صبر کرنا بہتر تھا۔

اس تعلیم سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی بارگاہ کتنی عظیم اور کس قدر واجب الاحترام ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا (نور-۶۳)

’’رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔‘‘

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) ایک یہ کہ دعا مصدر فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی رسول تمہیں بلائیں تو یہ آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہیں کہ حاضر ہوں یا نہ ہوں، اختیار ہے بلکہ رسول کے بلانے پر حاضر ہونا واجب ہے، اور حاضری کے بعد ان کی اجازت کے بغیر از خود چلا جانا، روا نہیں، جیسا کہ اس آیت سے قبل بہت مؤکد انداز میں حکم ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ دعا مصدر، مفعول کی طرف مضاف ہے یعنی تم رسول کو پکارو تو ایک دوسرے کی طرح نہیں کہ ایک، دوسرے کو نام لے کر ’’یا حامد‘‘، ’’یا خالد‘‘ وغیرہ کہہ کر پکارتا ہے، مگر رسول کو پکارنا ہو تو ادب ضروری ہے، القاب کے ساتھ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہو، اور چلا کر نہ پکارو، ادب اور تعظیم ہر طرح ملحوظ رکھو۔

☆ آیات بالا میں رسول کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کی تعلیم ہے، دوسری طرف گستاخی و بے ادبی کا حکم بھی واضح کیا گیا ہے۔ دیکھئے:

غزوۂ تبوک میں بعض منافقین نے کہا: ’’مایدریہ بالغیب‘‘ انھیں غیب کی کیا خبر؟

جب سرکار نے باز پرس کی تو کہہ دیا ہم یوں ہی راستہ کاٹنے کے لیے ہنسی کھیل کر رہے تھے۔ یا یہ کہا کہ یہ ’روم‘ فتح کرنے کا خیال رکھتے ہیں، کتنا بعید خیال ہے، جب باز پرس ہوئی تو کہہ دیا: ہم یوں ہی

آپس میں ہنسی کر رہے تھے۔ (ہوسکتا ہے دونوں باتیں ان سے صادر ہوئی ہوں) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۔لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔ (توبہ:۶۵-۶۶)

''تم فرماؤ: کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو؟ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔''

''اس سے معلوم ہوا کہ رسول کی گستاخی سے ایمان چلا جاتا ہے اور آدمی مسلمان ہو کر کافر ہو جاتا ہے۔اسی طرح رب کی بارگاہ میں گستاخی اور اس کی آیات کا مذاق کفر بدانجام ہے۔

اسی سورۂ توبہ میں منافقین کی بدکلامی پر ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْم۔ (توبہ:۶۱)

''اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

☆**محبت رسول کی عظمت اور اہمت کیا ہے؟** اسے بھی قرآن میں دیکھیں۔ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ (توبہ:۲۴)

''تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان، یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔''

یعنی باپ، بیٹے، بھائی، بیوی، خاندان، مال وجائداد، مرغوب تجارت، پسندیدہ مکان کی محبت سے بڑھ کر اللہ ورسول کی محبت ہے۔ رسول کے لیے ان سب کو چھوڑا جا سکتا ہے مگر ان میں سے کسی کے لیے رسول کی محبت سے دست بردار ہونا کسی طرح روا نہیں۔

☆قرآن نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت کا بھی ذکر کیا ہے۔ارشاد ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ۔ (انفال:۳۰)

''اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔''

اس آیت کریمہ میں اس کا ذکر ہے جو کفار نے ''دارالندوہ'' میں جمع ہو کر سازش کی اور آخر میں اس پر متفق ہوئے کہ حضور کو سب مل کر شہید کر دیں مگر رسول اللہ ﷺ حفاظت الٰہی کے سایے میں ان کے درمیان سے نکل آئے اور غار ثور میں تین دن رکنے کے بعد مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (توبہ:۴۰)

''اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا، صرف دو جان سے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے یار سے فرماتے تھے، غم نہ کھا۔بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

ہجرت کا ذکر متعدد آیات میں ہے، کہیں ہجرت کرنے والوں کی مدح ہے، کہیں ہجرت کرنے کی تاکید ہے، کہیں وسعت

کے باوجود ہجرت نہ کرنے والوں پر غضب ہے۔

ہجرت وہ اہم واقعہ ہے جس نے حالات کا رخ بدل دیا، اور مدینہ طیبہ میں رہ کر مہاجرین وانصار کی قوت ایمانی اور شوکت اسلامی کا وہ ظہور ہوا جو اسلامی تاریخ کا زریں باب ہے۔ یہیں سے غزوات اور سرایا سر انجام ہوئے اور پورے جزیرہ عرب میں کلمۂ اسلام سر بلند ہوا پھر دوسرے ممالک کو بھی پہنچا۔

☆**قرآن کریم نے غزوات کا بھی ذکر کیا ہے۔** اکثر تو بغیر نام کے ہیں مگر ''بدر'' اور ''حنین'' کا تذکرہ نام کے ساتھ آیا ہے۔ ارشاد ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ۔ (توبہ:۲۵)

''بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن۔''

مواطن کثیرہ کے تحت وہ سبھی مقامات آجاتے ہیں جن میں ۹ رہجری نزول سورۂ توبہ سے پہلے فتح ونصرت حاصل ہوئی۔ اور ارشاد ہے:

لَّقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔ الآیۃ۔ (توبہ:۱۱۷)

بے شک اللہ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں ان غیب کی خبریں بتانے والے، اور ان مہاجرین اور انصار پر جنھوں نے مشکل کی گھڑی میں ان کا ساتھ دیا۔''

اس آیت میں غزوۂ تبوک کا ذکر ہے، اسی کو ''غزوۂ عسرت'' بھی کہتے ہیں۔

☆**معراج سرکار کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ** اور حضور کے خصائص میں سے ایک عظیم خصوصیت ہے۔ اس کا ذکر دیکھیں:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (بنی اسرائیل:۱)

''پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصا تک، جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی تا کہ اسے ہم اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔''

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى۔ (نجم:۱،۲)

''اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔''

یہ ترجمہ ''والنجم'' کی ایک تفسیر کے مطابق ہے، جس سے معراج میں جانا اور آنا ثابت ہوتا ہے۔''

☆**قرآن مجید میں سرکار کے دیگر معجزات کا بھی ذکر ہے۔** مثلاً:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (قمر:۱)

''پاس آئی قیامت، اور شق ہو گیا چاند۔''

اس آیت میں سرکار کے مشہور معجزہ شق القمر کا ذکر ہے۔

قرآن نے بہت سی باتوں کی پیشگی خبر دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ باتیں لوگوں کو بتائیں اور جیسا ارشاد ہوا ویسا ہی واقع ہوا۔ یہ بھی معجزہ ہے۔ اس کی مثالیں بہت ہیں، میں تفصیل سے صرف نظر کرتا ہوں۔

☆**قرآن سے سرکار کی نورانی بشیرت بھی معلوم ہوتی ہے۔** اس لیے کہ ایک جگہ ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ (مائدہ:۱۵)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک ''نور'' آیا اور ''روشن کتاب''۔''

نور سے مراد سرکار کی ذات ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (کہف:۱۱۰)

''تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں، مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔''

دونوں آیتوں کو جمع کرنے سے ان کی نورانیت اور بشریت دونوں کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نورانیت کو بشری جامہ پہنا کر ظہور بخشا گیا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن حکیم نازل ہوا، سرکار نے اسے امت تک پہنچایا، سرکار اس کے ''شارح'' بھی تھے اور ''شارع'' بھی تھے۔ ارشاد ہے:

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ۔ (نحل:۴۴)

''اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ ذکر اتارا کہ تم لوگوں سے بیان کر دو جو ان کی طرف اترا اور تا کہ وہ فکر کریں۔''

قرآن حکیم کلام الٰہی ہے اس کا بیان رسول کی ذمہ داری ہے، بیان رسول قولاً ہو یا فعلاً، یہی سنت ہے۔ اس کے بعد مجتہدین نے اپنی فکر سے جو استخراج کیا وہ بھی قرآن ہی کا بیان ہے مگر اس کا وہ درجہ نہیں جو خود بیانِ رسول کا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى۔ (نجم:۳،۴)

''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔''

اس سے معلوم ہو کہ رسول، قرآن کی تفسیر وتوضیح میں جو فرمائیں وہ ان کی خواہش کی بات نہیں بلکہ وحی الٰہی ہے۔ اگر بیان رسول اور سنت رسول کو چھوڑ دیا جائے تو وحی الٰہی کا ایک بڑا حصہ فوت ہو جائے گا۔

ارشاد باری عزوجل ہے:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ۔ (آل عمران:۱۶۴)

''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے، اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی صفت میں ''یعلمھم الکتٰب والحکمۃ'' قرآن حکیم میں متعدد جگہ آیا ہے۔ یعنی رسول انہیں ''کتاب اور حکمت'' سکھاتے ہیں۔ حکمت کتاب پر معطوف ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اور ہے، حکمت اور ہے۔ رسول نے کتاب بھی سکھائی اور حکمت بھی سکھائی، دونوں کی تعلیم کے بعد دین کا بیان مکمل ہوا، اب اگر کوئی طبقہ صرف کتاب کو لے اور حکمت کو چھوڑ دے تو اس کا دین نامکمل اور ادھورا ہے اور صرف قرآن کو لے کر کوئی شخص دین کے سارے احکام نماز، زکاۃ، حج وغیرہ کی ادائے گی نہیں کر سکتا۔ جو لوگ حکمت یعنی سنت کو چھوڑنا چاہتے ہیں وہ آزاد اور بے قید ہو کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ تفصیل مستقل مقالے کی متقاضی ہے، میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

☆ قرآن کریم میں رسول کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات کا ذکر ان کے کثیر احوال وصفات کے ساتھ بکثرت آیا ہے، سب کا استیعاب ہو تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے۔

(بشکریہ سالنامہ یادگار رایوبی، کشی نگر جلد ۱۱، بعنوان قرآن کریم اور ذکر رسول کائنات، ص ۳۲ تا ۴۷)

سلطان الہند کی حیاتِ مبارکہ کے چند خوشنما پہلو

از۔(حافظ)افتخاراحمد قادری،کریم گنج، پورن پور

کفر والحاد کی گھٹا ٹوپ اور سخت بھیانک تاریکی میں شمع ہدایت و چراغِ ولایت روشن کرنے والی تاریخ ساز ذاتِ اقدس،مبلغ اسلام نازشِ ہندوستان،خواجہ خواجگان سلطان الہند سرکار خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہ کی ہے۔جن کی ہستئ مبارک شریعت وطریقت کا سنگم اوررشد وہدایت کا سرچشمہ تھی۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس اور ابیض من الامس ہے کہ جنوب مشرق ایشیامیں اسلام کا پرچم لہرانے والوں میں مشائخِ چشتیہ کا عظیم کردار رہا ہے۔جن کے سالار اعظم سلطان الہند سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ کی ولادتِ باسعادت 530ھ مقام سنجر علاقہ ''سیستان'' میں ہوئی۔آپ کا اسم گرامی معین الدین اور القاب ہند الولی،عطائے رسول، غریب نواز،خواجہ بزرگ،آفتاب چشتیاں، سلطان الہند،نائب رسول وارث انبیاء ہیں۔

کتابوں کے مطالعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آئی ہے کہ آپ کے سلسلہ طریقت کے مورث اعلیٰ حضرتِ خواجہ ابوالاسحٰق شامی رضی اللہ عنہ جب حصول بیعت کی غرض سے حضرتِ خواجہ ممشاد علی دنیوری رضی اللہ عنہ کی سرکار میں حاضر ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے نام دریافت کیا۔عرض کیا ناچیز کو ابواسحاق کہتے ہیں۔فرمایا آج سے ہم تجھے ابواسحاق چشتی کہیں گے اور قیامت تک جو تیرے سلسلہ میں داخل ہوگا وہ بھی چشتی کہلائے گا۔اسی نسبت سے خواجہ بزرگ بھی چشتی کہلاتے ہیں۔(ہندالولی غریب نواز 56)

والدگرامی کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب گلگوں قبا،شہید کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے امام الہدیٰ سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔سرکارِ غریب نواز کی والدہ ماجدہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی چچازاد بہن ہیں۔اس رشتے سے حضور غوثِ اعظم سرکار خواجہ غریب نواز کے ماموں ہوتے ہیں۔

سات سال کی عمر شریف میں آپ کی پرورش والدین کریمین کے زیرسایہ خراسان میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم کا زمانہ بھی والد بزرگوار کے زیرِ عاطفت گزرا،اس کے بعد سنجر کی مشہور درسگاہ میں داخل ہوئے اور وہیں سے تفسیر وحدیث اورفقہ کی تعلیم مکمل کی۔

سرکارِخواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے باغ کی سیر کررہے تھے کہ اپنے وقت کے ایک مشہور مجذوب حضرتِ ابراہیم قندوزی باغ میں تشریف لائے۔حضرت خواجہ غریب نواز نے نہایت عزت واکرام سے انہیں بٹھایا اور خوشہ انگور سے ان کی تواضع فرمائی، خواجہ صاحب کے حسنِ سلوک سے مجذوب کا دل خوش ہوگیا،انہوں نے اپنی تھیلی سے ایک سوکھی ہوئی روٹی کا ٹکڑا نکالا اور دانت سے چبا کر خواجہ غریب نواز کو پیش کیا،اسے کھاتے ہی دل کی حالت بدل گئی، سرمستئ عشق کی ایک ہی جنبش میں علائق کی زنجیر ٹوٹ گئی،اسی عالم

میں حضرتِ خواجہ غریب نواز نے باغ اور پن چکی فروخت کر کے ساری قیمت فقراء ومساکین پر لٹادی اور بیخودی کے عالم میں خراسان کی طرف چل پڑے۔

''انیس الارواح'' میں حضرتِ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ ایک مقام پرتحریر فرماتے ہیں:

''حرم کعبہ کی پاک سرزمین پرایک دن پیرومرشد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حق تعالیٰ کے سپرد کیا۔اس کے بعد میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہوکر نہایت درد انگیز مناجات کی۔ پردہ غیبت سے آواز آئی۔ہم نے معین الدین کو قبول کرلیا۔فرماتے ہیں: حرم مکہ کی معنوی برکتوں اور سرمدی نعمتوں سے جب ہم بہرہ مند ہو چکے تو پیرومرشد نے اس شہرمحترم کا رخ کیا جو کائناتِ گیتی کا مرکز ہے۔طیبہ کی پرنور شاداب آبادی پر جیسے ہی نظر پڑی جذبہ شوق کا عالم زیر وزبر ہوگیا، اس محبوب سرزمین کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا، بوسہ لیا اور روحانی نشاط سے شاد کام ہوئے۔سلطان کونین کے دربار میں حاضری کا سماں احاطہ تحریر سے باہر ہے۔جب مواجہ اقدس میں پہنچے تو پیرومرشد نے فرمایا: دو جہاں کے مالک کو سلام کر۔ میں نے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ سلام عرض کیا۔روضہ پاک سے آواز آئی: وعلیکم السلام یاقطب مشائخ۔ یہ جواب سن کر پیرومرشد نے سجدہ شکرادا کیا اور مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا: اب تو درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ جاؤ اور ہندوستان میں جاکر دین اسلام کی اشاعت کرو۔ یہ حکم دینے کے ساتھ ہی آپ کو آنکھیں بند کرا کے سارا ہندوستان دکھا دیا۔''

آپ عازم ہند ہوکر لاہور پہنچے اور حضرت داتا گنج بخش کے مزار مبارک کے قریب چند ایام مراقبہ کر کے دہلی کا ارادہ کیا، چالیس درویش آپ کے ہمراہ تھے، دہلی پہنچ کر آپ ایک میدان میں فروکش ہوگئے اور پانچوں وقت پر اذان دے کر نمازِ باجماعت دینا شروع کر دی، ہندوستان کے لیے یہ بالکل نئی بات تھی، ہر چہار جانب شور ومخالفت برپا ہوگیا، آپ کو دھمکایا گیا، راجہ کا حکم اخراج سنایا گیا، طرح طرح کی تکالیف پہنچانے کی ناکام کوششیں کی گئیں، لیکن کوئی تدبیر کارآمد نہ ہوسکی۔خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ دہلی کے حکمران اور کارکنانِ حکومت کے مکروفریب سے بچ کر اجمیر پہنچ گئے، اجمیر اس وقت ایک بہت بڑا شہر تھا، قلعہ، فوج، پولیس، اسلحہ ان سب کا اچھا خاصہ نظم تھا۔آپ نے ان تمام امور کی ذرہ برابر پروانہ کی اور ایک وسیع وعریض میدان میں ایک درخت کے سایہ میں قیام فرما ہوگئے۔

دہلی فتح کرنے کے بعد سلطان محمد غوری اجمیر شریف پہنچے، شام ہوگئی تھی، اذان مغرب کی صدا فضا کو معطر کررہی تھی، سلطان محمد غوری بڑا حیران وپریشان ہوا اور تیزی سے مسجد کی جانب روانہ ہوا تب تک جماعت قائم ہوچکی تھی، سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ امامت فرما رہے تھے، شہاب الدین غوری جماعت میں شریک ہوگیا، ادائیگی نماز کے بعد اس کی نظر خواجہ غریب نواز پر پڑی، تو بڑا ہی متحیر ہوا بایں وجہ کہ اس کے سامنے وہی بزرگ جلوہ فرما تھے جنہوں نے اس کو خواب میں فتح کی بشارت دی تھی۔شہاب الدین غوری جلد ہی سے آگے بڑھا اور فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑا اور التجا کی کہ ناچیز کو بھی حلقہ مرید میں شریک فرمالیں۔سرکار غریب نواز نے اس کو سعادتِ بیعت سے مشرف فرمایا۔پھر اجمیر شریف اور اس کے اطراف وجوانب میں آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے اشاعت اسلام کی راہیں ہموار ہوئیں۔اسی طرح چند سال بعد پورے بھارت میں مذہبِ اسلام پھیل گیا۔

جب آپ مطلعِ انوارحق بن کر مرشدِ گرامی کے کاشانہ اقدس سے نکلے تو آپ کی کلاہ عظمت کا گوشہ آفتاب عالم تاب سے چشمک زنی کررہا تھا۔آپ کو اس عہد کے مشائخِ طریقت سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔حضرتِ نجم الدین کبریٰ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے، پھر بغداد شریف جاکر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے فیوض و برکات حاصل کئے، پھر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور تبریز جاکر حضرت یوسف ہمدانی کی صحبت میں رہے۔غرضیکہ اصفیاء واتقیاء سے ملاقات کی۔

سرکارِ خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ تبلیغ و اشاعت کے لیے۲۴،۲۵؍سال تک سرگرم عمل رہے۔جب فرائض تبلیغ واشاعت دین کو پایہ تکمیل تک انجام دینے میں کامیاب ہوچکے اور ہندوستان کی سرزمین کفروضلالت کو وحدانیت وعرفان الٰہی اور جمال مصطفیٰ کی روشنی سے منور ومجلی فرماچکے تو آپ نے آخرت کی تیاری شروع کردی۔

منقول ہے کہ شب وصال چند اولیاء اللہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔فرمایا: رحمت الٰہی کے ہجوم میں آج معین الدین کی روح آنے والی ہے ہم اسی کے انتظار میں ہیں۔

۶؍رجب المرجب ۶۲۷ھ مطابق ۲۱؍مئی ۹۲۹ء بروز دوشنبہ بعد نماز عشاء اپنے حجرہ شریف کا دروازہ بند کرلیا اور خدام کو اندر داخل ہونے کی ممانعت کردی۔اس لئے سارے خدام حجرے کے باہر ہی کھڑے رہے۔رات بھر خدام طرح طرح کی آوازیں کھڑے ہوکر سنتے رہے، پچھلے پہر آواز موقوف ہوگئی، جب نماز فجر کا وقت ہوا اور حجرہ شریف کا دروازہ حسب معمول نہ کھلا تو خدام ومعتقدین کو سخت تشویش ہوئی۔دروازہ توڑ کر دیکھا گیا تو آپ واصل بحق ہوچکے تھے اور جبین مبارک پر قلم قدرت سے ’’حبیب اللہ مات فی حب الله‘‘ لکھا ہوا تھا۔

۶؍رجب المرجب کو ہر سال آپ کا عرس مبارک بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مند اپنی جبیں جھکائے ہوئے حاضر بارگاہ ہوتے ہیں۔ہندو بیرون ہند سے حضرت سلطان الہند کے عقیدتمندیوں تو پورے سال ہی اجمیر مقدس حاضری دینے جاتے ہیں مگر ایام عرس میں تو ایک عجب سماں ہوتا ہے۔ہندوستان کی کوئی شاہ راہ، کوئی شہر اور کوئی صوبہ ایسا نہیں کہ جہاں ایام عرس میں عقیدتمندان خواجہ غریب نواز کے قافلے نہ دکھائی دیتے ہوں۔سرکار خواجہ غریب نواز کے عرس پاک کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس عرس میں شرکت کے بہانے مسلمانان ہند اپنے اپنے راستوں میں پڑنے والے اللہ کے مقدس ولیوں کے آستانوں کی بھی زیارت کرلیتے ہیں۔ان دنوں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے آستانۂ مبارکہ درگاہ اعلیٰ حضرت پر ایسا اژدہام دیکھنے کو ملتا ہے کہ لگتا ہے کہ یہیں حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کا عرس ہورہا ہے۔یہ مناظر دیکھ کر وہابی ودیوبندی جل بھن اٹھتے ہیں۔

بلا شبہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا آستانہ فیض کا منبع و سرچشمہ ہے۔امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی یہاں حاضری دی اور ان کے شہزادگان وخلفا بھی مسلسل حاضری دیتے رہے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے سرکار خواجہ غریب نواز سے دشمنی رکھنے والوں کو اللہ کا دشمن اور اجمیر مقدس کو صرف اجمیر کہنے والوں کو محروم فیض اور بے ادب قرار دیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا قابل تکفیر جرم

(حسام الحرمین کے حوالہ سے)

از۔ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی، پاکستان

اللہ تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے وہ اپنے بندوں کو جانچنے کے لیے انہیں طرح طرح کے امتحانات سے گزارتا ہے۔۱۲۰۰ھ کے بعد جو فتنے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے پیدا ہوئے وہ قیامت کی نشانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

الآیات بعد الماتین (مشکوٰۃ) کا ایک ممکنہ مفہوم (احتمال) یہ بھی لیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ۱۲۰۰رسال بعد آثار قیامت نمودار ہوں۔

چنانچہ تیرہویں صدی کی ابتدا میں مولوی اسمٰعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ) نے ''تقویۃ الایمان'' لکھ کر تفریق بین المسلمین کا آغاز کیا۔کتاب ''ارواح ثلاثہ'' میں حالات مولوی اسمٰعیل دہلوی حکایت نمبر ۵۹رمیں ہے کہ انہوں نے اپنے اس جرم کا اعتراف بھی کیا ہے۔باہمی خانہ جنگی ،لڑائی بھڑائی اور فساد کا اعتراف کرنے کے باوجود بھی کتاب میں کوئی تبدیلی نہ کی گئی، بلکہ کتاب ''صراط مستقیم'' میں اپنے پیر سید احمد بریلوی (۱۲۰۱ھ-۱۲۴۶ھ) کے لیے اللہ تعالیٰ سے مصافحہ ومکالمہ اور کلام حقیقی کرنے کے دعوے کیے اور ان کے لیے معصومیت اور وحی باطنی کے مقام کا دعویٰ بھی کیا گیا۔

ظاہر ہے کہ منصب نبوت نشانہ پر ہے،ایک جماعت علما اپنے اس لیڈر کو امام مہندی ماننے لگی اور اس نے چہل حدیث بھی بزعم خویش جمع کرلی۔

(حاشیہ شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ،ص۱۳۲-۱۳۳)

بالاکوٹ کے معرکے میں یہ تحریک بظاہر اپنے انجام کو پہنچی مگر اس کی باقیات نے مہدویت اور نبوت پر تدریجا پہنچنے میں کوئی کثر نہ چھوڑی۔علمائے حق نے اپنے اپنے طور پر ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ''حسام الحرمین'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔یہ کتاب ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ میں لکھنی شروع ہوئی اور ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء میں مکمل ہوئی، ۱۳۲۵ھ میں اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہوئی۔آج اس کتاب کو وجود میں آئے ایک صدی گزر چکی ہے۔جھوٹ، بہتان، گالی گلوچ، دھوکہ فراڈ اور تشدد کے ساتھ اس کتاب کا جواب دینے کی کوششیں کی گئیں جس سے مذہبی خودکشی کی کئی علمی مثالیں بھی سامنے آئیں۔متعلقہ افراد کے نام وجرم مع تبصرہ حاضر خدمت ہیں۔(سردست ان مجرمین میں سے مرزا قادیانی کا جرم مع تبصرہ حاضر خدمت ہے)

مرزا غلام احمد قادیانی کا جرم : مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۹ھ/۱۹۰۸ء) نے ۱۸۸۰ھ-۱۸۸۳ھ میں ''براہین احمدیہ''

شائع کی، جس میں مدعی الہام ''مجدد'' ہونے کا دعویٰ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اس بات سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ ۱۸۶۹ء میں انگریز مفکرین پادریوں کی ایک جماعت ایک خاص مقصد کے لیے ہندوستان آئی۔ ۱۸۷۰ء میں اس وفد کے ارکان کا واپس لندن پہنچ کر اجلاس ہوا، ایک رپورٹ تیار ہوئی، جس میں ایک ایسا آدمی تلاش کرنے پر زور دیا گیا جو اپنے ظلی نبی ہونے کا اعلان کرے۔

(پیش لفظ: ۲۰ ربڑے مسلمان، از ڈاکٹر خالد محمود مطبوعہ لاہور، ص ۹)

دو سال بعد ہی ۱۸۷۲ء میں کتاب ''تحذیر الناس'' وجود میں آئی جس میں ''خاتم النبیین'' کے مسنون متواتر اور اجماعی معنی کو ٹھکرا کر نیا معنی ایجاد کیا گیا۔ مگر ۷ رسال بعد ۱۸۷۹ء میں ''تحذیر الناس'' کا مصنف مرکر مٹی میں مل گیا تو متبادل ڈھونڈا گیا، چنانچہ اسی سال مرزا قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' نامی کتاب لکھنے کا اعلان کیا۔ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۳ء تک اس کتاب کی ۴ رجلدیں وجود میں آئیں۔ اس کتاب میں الہامات ایجاد کر کے مقامات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکہ ڈالا اور تحریف قرآن کا ارتکاب کیا۔ مگر غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) نے اپنے رسالہ ''اشاعت السنۃ'' میں اسے اسلام کی تاریخ میں بے نظیر کتاب قرار دیا۔ ۱۸۸۴ء میں ہی غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) نے ۱۷ رنومبر ۱۸۸۴ء کو مرزا قادیانی کا نکاح پڑھایا۔

(مطرقۃ الحدید، از مولوی یحییٰ گوندلوی غیر مقلد، ص ۱۴)

ابوالحسن علی میاں ندوی اور رفیق دلاوری مصنف ''رئیس قادیان'' بھی ''براہین احمدیہ'' پر ''سب اچھا'' کا فتویٰ دیتے ہیں۔

(مطرقۃ الحدید، ص ۳۹، ۴۰)

بہر حال جب ''براہین احمدیہ'' چھپی تو ۱۳۰۱ھ میں مولوی محمد لدھیانوی، مولوی عبد اللہ لدھیانوی اور مولوی عبد العزیز لدھیانوی، مولانا عبد القادر لدھیانوی نے ''براہین احمدیہ'' کے مصنف کو ملحد و زندیق قرار دیا۔

۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء میں مناظر اہل سنت حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری (نقشبندی) رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا ردّ شائع کیا۔ اس کا نام ''رجم الشیاطین بر اغلولات البراھین'' ہے، اس کے علاوہ آپ نے ''تحقیقات دستگیریہ فی ردھفوات براھینیہ'' بھی لکھی۔ مگر دیوبندیت کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) نے ان حضرات کا فتویٰ رد کرتے ہوئے مرزا قادیانی کو ''مرد صالح'' قرار دیا۔

(فتاویٰ قادریہ از مولوی محمد لدھیانوی، ص ۳۔ رئیس قادیان، ص ۳۷۴۔ تقدیس الوکیل ص ۳۹۰)

اس پر مذکورہ علمائے لدھیانہ نے رشید احمد گنگوہی صاحب کو گمراہ و گمراہ گر کہا۔ خناس کہا، الہاماً بدشکل قرار دیا۔

(فتاویٰ قادریہ ص ۹۹، ۱۴۱، ۴، ۱۴۰)

اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاوائے امکان کذب کا رد کیا۔

(فتاویٰ قادریہ، ص ۹۴، ۱۴۱)

مذکورہ علمائے لدھیانہ کو ''دیوبندی'' قرار دینا عجیب تحکم اور سینہ زوری ہے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے

۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں اپنی کتاب ''تقدیس الوکیل''ص ۳۹۰ میں تذکرہ کیا ہے کہ مرزا قادیانی ''براہین احمدیہ'' میں انبیا سے برابری کرنے سے بڑھ کر نبیوں سے اپنے آپ کو اونچا کر رہا ہے، یہاں رشیداس کو''مردصالح'' سے تعبیر کرتے ہیں،اورفقیر نے جب اس کا ردلکھ کر مع اس کی اصل کتاب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے رسالہ ''اشاعت السنہ'' کے، جس میں اس نے مرزا کے اقوال کی تائید کی ہے۔حرمین معظمین بھیج کرفتویٰ طلب کیا تو مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ وغیرہم مدرسین نے اس کی تکفیر وتفسیق فرمائی۔

۱۸۹۱ء میں جب مرزا قادیانی نے''حیات مسیح'' علیہ السلام کا انکارکیااور''مسیح موعودؑ'' ہونے کا دعویٰ کیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی نذیرحسین دہلوی وغیرہم بھی مرزا کے مقابلہ پراتر آئے۔ان کے جلو میں مولوی ثناء اللہ امرتسری (م ۱۹۴۸ء) بھی آگئے۔تاہم ان ۷رسالوں میں غیرمقلدوں اور دیوبندیوں کے عوام کا کافی حصہ مرزا کے جال میں آچکا تھا۔

۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں مولانا غلام رسول شہید امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(م۱۳۱۲ھ/۱۹۰۲ء) نے''الالھام الصحیح فی اثبات حیاۃ المسیح''،لکھی۔مولانا ارشادحسین مجددی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ(م ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء) نے بھی''فتویٰ دررتردید دعاوی مرزا قادیانی'' لکھا۔مولانا غلام قادر بھیڑوی رحمۃ اللہ علیہ(م۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) نے فتویٰ''درابطال نکاح المرتد'' لکھ کر پنجاب میں سب سے پہلے مرزا کو''مرتد'' قراردیا۔

مولانا دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۴ھ میں مرزا کو مباہلہ کے لیے للکارااور''فتح الرحمانی بہ دفع کید قادیانی'' لکھی۔مرزا قادیانی کو جنوری ۱۸۹۷ء میں طے شدہ میدان مباہلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔مولانا نے جان لیا کہ ابھی مرزا کی موت کا وقت دور ہے۔تب ہی مباہلہ میں آنے سے بچ گیا،آتا تو مر جاتا۔آپ نے دعا کی کہ مرزا کو توبہ کی توفیق ملے یا پھر(اپنے وقت پر) ظالموں کی جڑ کٹنے کا(مرزا کی موت کا عمل) اتنا توہین آمیز ہو کہ مسلمان خوش ہوں اور تیری حمد کریں۔مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ اتمام حجت کے تمام مرحلے پورے کرنے کے بعداپنا فرض ادا کر کے ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)۱۸۸۹ء میں مناظرۂ بھاول پور میں مرزا قادیانی کے بارے میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمہ کی زبانی فتاویٰ سن چکے تھےاور مولانا قصوری کی حمایت بھی کر چکے تھے۔(ملاحظہ ہو تقدیس الوکیل) آپ نے اپنی کتاب''فوائد فریدیہ'' ۱۸۹۵ء میں چھپوائی تو اس میں مردود اور دوزخی فرقوں میں فرقہ''احمدیہ مرزائیہ'' کو بھی درج فرمادیا۔ مرزائیوں نے جعلسازی سے جومکتوب (باذریعہ غلام احمد اختر ومولوی رکن دین) ''اشارات فریدی'' میں درج کروایا،اس کے موضوع (گڑھے ہوئے اور جعلی) مکتوب ہونے کا یہی ثبوت کافی ہے کہ اس جعلی خط میں ہے کہ''میری زبان پر کبھی بھی تیرے بارے میں سوائے تعظیم کے کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔'' حالانکہ اس سے پہلے دو سال سے ''فوائد فریدیہ'' چھپی ہوئی تھی اور اس میں آپ نے مرزائی احمدی فرقہ کو مردود اور دوزخی لکھا تھا۔پس ثابت ہوا کہ یہ خواجہ غلام فرید علیہ الرحمہ پر بہتان تراشی کی گئی ہے۔

دیوبند کے شیخ الکل مولوی رشید احمد گنگوہی سب سے آخر

میں مرزا کے مخالف ہوئے اور اسے صرف ''گمراہ'' کہا۔

(رئیس قادیانی، ص ۴۱۸، ۴۵۱۔ تذکرۃ الرشید، جلد ا، ص ۱۴۰)

مرزا قادیانی کے کافر یا مرتد ہونے کا کوئی فتویٰ گنگوہی صاحب کے قلم سے جاری نہ ہوسکا۔ کتاب یا رسالہ لکھنا تو دور کی بات ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف ''انوار آفتاب صداقت'' (م ۱۹۴۶ء تقریباً) نے کتاب ''کلمہ فضل رحمانی'' لکھ کر مرزا کی حقیقت کو ظاہر کیا۔

۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں سہارنپور (یوپی، انڈیا) سے ''حیات مسیح'' کے سلسلہ میں بریلی شریف سوال بھیجا گیا تو مرزا کے رد میں (شہزادۂ اعلیٰ حضرت) مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) نے ''الصارم الربانی علی اسراف القادیانی'' لکھی۔ (آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت) امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے اس کی تقریظ میں مرزا کو ''فرعون'' اور ''شیطان'' قرار دیا۔

۱۸۹۹ء میں مولانا محمد حسن فیضی جہلمی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء) میں ۱۳رفروری کو مسجد حکیم حسام الدین (سیالکوٹ) میں اپنا ایک بے نقط عربی قصیدہ مرزا کو دیا اور پڑھنے کو کہا مگر مرزا نے پڑھنے کی جرأت نہ کی اور اپنے جاہل ہونے کا ثبوت دیا۔

۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ (چشتی) گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۴۷ء) نے کتاب ''شمس الهدایه فی اثبات حیات المسیح'' لکھی۔ ۱۵راگست ۱۹۰۰ء کو حضرت اعلیٰ گولڑوی علیہ الرحمہ کا مرزا سے لاہور میں مناظرہ ہونا تھا مگر مرزا نہ آیا۔ ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۲ء میں لاجواب کتاب ''سیف چشتیائی'' لکھی۔

اگست ۱۹۰۲ء / ۱۳۲۰ھ میں مولانا پیر عبدالغنی کشمیری امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۸ھ) نے امرتسر سے بریلی شریف ایک فتوی تصدیق کے لیے بھیجا، اس میں مرزا کی عبارات متفرقہ درج تھیں۔ تو امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' لکھا جس میں آپ نے لکھا کہ:

''اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں''

اور پھر اس کی ہر عبارت کی قباحت ثابت کرنے کے بعد لکھا کہ:

''اگر یہ افعال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ! وہ یقیناً کافر اور جو ان کے اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔''

پھر مرزائیوں کے بارے میں لکھا کہ:

''مرزا کو (جو لوگ) امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے ہیں، قطعاً یقیناً سب مرتد ہیں۔''

اس فتوی کے بعد پھر مرزا کی کتابیں منگوائی گئیں تو ۱۳۲۰ھ میں ہی ''المعتمد المستند بناء نجاة الابد'' میں مرزا کی بعض عبارات ذکر کرکے تکفیر فرمائی۔ ۱۳۲۳ھ میں ''قهر الدیان علی مرتد بقادیان'' لکھی۔ ۱۳۲۴ھ میں ''حسام الحرمین'' میں مرزائے قادیان کی تکفیر حرمین شریفین کے علما کی تصدیقوں کے ساتھ کی گئی۔

اس کے رد عمل میں علمائے دیوبند کو بھی ''المهند'' (مصنفہ خلیل احمد انبیٹھوی) میں ۱۳۲۶ھ میں مرزا قادیانی کو کافر قرار دینا پڑا۔ ساتھ ہی یہ جھوٹ بھی بولا گیا کہ:

''مولانا رشید احمد گنگوہی کا کفرِ قادیانی کا فتویٰ مطبوع و شائع شدہ ہے۔''

حالانکہ وہ فتویٰ گمراہی کا ہے۔

(تذکرۃ الرشید، ج ۱ ص ۱۴۰)

اہل علم جانتے ہیں کفر اور گمراہی میں بعض اعتبار سے نہ سہی تو بعض اعتبار سے فرق ہے۔

اسی دوران مولانا کرم الدین دبیر ساکن موضع ''بھیں'' ضلع جہلم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء) نے ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۴ء تک مرزا اور مرزائیوں کو سرکاری مقدمات میں خوب رسوا کیا۔

مولانا نواب الدین مدراسی چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء) نے اگست ۱۹۰۳ء میں مرزا کو بازو سے پکڑا اور لاجواب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اگر خدا کو نبی بنانا ہوتا تو تجھ جیسے ''بِـجُـو'' کو نہ بناتا بلکہ مجھ جیسے ''وجیہ'' کو بناتا، مگر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔''

۲۲ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت پیر سید جماعت علی شاہ (نقشبندی) رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) نے بادشاہی مسجد لاہور میں جمعة المبارك کے خطبہ میں مرزا قادیانی کو مباہلہ کا چیلنج دیا، مرزا لاہور میں موجود تھا، بار بار کے تقاضے اور اعلان کے باوجود سامنے نہ آسکا۔ ۲۵، ۲۶ رمئی کی درمیانی شب میں آپ نے مرزا کی موت کی پیش گوئی فرمائی اور ۲۶ رمئی ۱۹۸۸ء کو مرزا عبرت ناک رسوائی کے ساتھ مر کر جہنم رسید ہوا۔ ''فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين۔''

علمائے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء) نے مرزا کو مسلمان ماننے والے علما کے خلاف کوئی فتویٰ نہ دیا۔

(فتاویٰ نذیریہ، ج ۲، ص ۳۸۹)

گویا مرزا کی تکفیر کو فروعی اور مختلف فیہ قرار دیا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کو ''فاتح قادیان'' کہا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا کے خلاف مولوی ثناء اللہ نے بہت کام کیا۔ مگر بایں ہمہ کتاب ''فیصلۂ مکہ'' ص ۲۶ پر ان کے ساتھی ان کے بارے میں انکشاف کرتے ہیں کہ:

''آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔ آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ آپ نے ۲ راپریل ۱۹۱۵ء کو اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا کہ میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر ایک کلمہ گو کے پیچھے اقتدا جائز ہے، چاہیں وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔ آپ نے ۱۷ر جولائی ۱۹۰۸ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا کہ مرزائیوں کو کافر نہ کہنے والوں کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے۔ آپ نے ۲ر نومبر ۱۹۳۴ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں مرزائن عورت سے نکاح جائز قرار دیا۔''

گویا مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نزدیک بھی تکفیر مرزائی فروعی اور مختلف فیہ مسئلہ تھا۔

مولوی شمس الحق ڈیانوی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) نے مرزائیوں کو صرف گمراہ کہا۔

(مطرقۃ الحدید، ص ۸، فیصلہ مکہ، ص ۷)

'ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث'' لاہور شمارہ ۲۲ ر مارچ ۱۹۷۴ء میں انکشاف کیا گیا کہ (امیر جمعیت اہل حدیث) مولوی محی الدین لکھنوی تو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے۔

مولوی ابوالاعلیٰ مودودی (م ۱۹۷۹ء) کا ایک مکتوب ملتا

ہے کہ لاہوری احمدی جماعت کی تکفیر نہیں ہوسکتی کہ وہ مرزا قادیانی کو محض ایک مجدد مانتے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد (امیر تنظیم اسلامی) نے کتاب ''تحریک جماعت اسلامی ایک تحقیقی مطالعہ'' ص ۱۹۰ر پر مولوی مودودی کی جماعت کا یہی موقف ذکر کیا ہے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی "حسام الحرمین" کے ایک سال بعد ۱۳ر ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ تک یہی لکھ رہے ہیں کہ:

''خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ کفر کی ہے یا نہیں''۔

(امداد الفتاویٰ، ج ۴، ص ۱۱۶)

۱۰ر سال بعد ۲۶ر شوال ۱۳۳۵ھ کو تھانوی کو کسی معتقد نے خط لکھا تو اس نے شکایت کی کہ:

''اس وقت جناب کا اور حضرات دیوبند کا بہت بڑا اثر ہے، اگر حضرات کی خاص توجہ اس طرف ہوتی تو لوگوں پر زیادہ اثر ہوتا اور لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ واقعی یہ فتنہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔''

جواباً تھانوی صاحب نے:

''ردقادیانیت کو فرض کفایہ کہہ کر جان چھڑائی''۔

(امداد الفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۷۸)

بلکہ تھانوی صاحب نے ''چشتی رسول اللہ'' کو کلمۂ کفر ماننے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ:

''کلمۂ کفر جب ہے کہ ماٗول نہ ہو۔''

پھر دو تاویلیں گڑھی ہیں، اور ایک قول صحابی گڑھا ہے کہ انہوں نے (صحابی نے) کہا ہے:

''انی رسول الله الیکم۔'' معاذ الله۔

(السنة الجلیة فی الچشتیة العلیة۔ از مولوی اشرفعلی تھانوی مطبوعہ الہ آباد ۱۳۵۱ھ ص ۱۱۷)

اہل سنت ایسا کلام کفر مانتے ہیں، تواتر تو کیا خبر واحد سے بھی یہ ثابت نہیں۔ ایسا سکر یا غلبۂ حال میں ہی ہوسکتا ہے۔ (ان شاء الله اس موضوع پر پھر کبھی لکھا جائے گا)

مولوی ابوالکلام آزاد وفات مسیح کے قائل تھے اور مرزا کو برا نہیں کہتے تھے۔

(ملفوظات آزاد، ص ۱۳۰)

مولوی عبیداللہ سندھی اپنی تفسیر "الھام الرحمٰن فی تفسیر القرآن"، ص ۲۴۱ر پر لکھتے ہیں کہ:

''جو حیات عیسیٰ لوگوں میں مشہور ہے، یہ یہودی کہانی نیز صابی من گڑھت کہانی ہے۔''

مولوی عبید اللہ سندھی احمدی اور غیر احمدی میں نفرت کے قائل نہیں تھے۔ وہ اس ''روگی مذہبیت'' کو مٹانا چاہتے تھے۔

(اقبال قائداعظم اور پاکستان۔ از راجہ رشید محمود، ص ۱۴۴)

مولوی کفایت اللہ دہلوی نے خاندانی مرزائی کے ہاتھ کا ذبیحہ درست قرار دیا ہے اور اسے اہل کتاب کے درجے میں رکھا ہے۔

(کفایت المفتی، جلد ۱، ص ۳۱۳)

مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی نے فتویٰ دیا ہے کہ:

''جس شخص کو مرزا کے عقائد باطلہ کا علم ہو مگر وہ شخص کسی شبہ اور تاویل سے کافر نہ کہے تو اس کو کافر نہ کہا جائے۔''

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، جلد ۱، ص ۷، ۸)

دیوبندی شیخ التفسیر مولوی احمد علی لاہوری نے صاف صاف کہہ ڈالا کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی اصل میں تو نبی تھے لیکن میں نے ان کی نبوت کشید کرلی اور یہ نبوت اب مجھے وحی کی منفعتوں سے نواز رہی ہے۔''

(ماہنامہ تجلی دیوبندی، شمارہ جنوری ۱۹۵۷ء)

قادیانی نبوت اور وحی کے فیض یافتہ یہ اکیلے ہی نہیں بلکہ دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب ''احکام اسلام عقل کی نظر میں''، مرزا کی کتابوں کی عبارتوں کی عبارتیں اپنے نام سے شائع کی ہیں اور وہ اس میں مکمل فیض یافتہ مرزا معلوم ہوتے ہیں۔

(مطرقۃ الحدید،ص ۵۳،۵۴)

اس کتاب کا پہلا حصہ ان کی زندگی میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ دوسرا حصہ ماہنامہ ''الہادی'' کی جلد اول از جمادی الاول ۱۳۴۳ھ لغایت ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ میں طبع ہوا، جو محمد عثمان عامی کی ادارت میں مطبوعہ محبوب المطابع دہلی سے چھپ کر کتب خانہ اشرفیہ دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ شمسی تقویم کے مطابق اس شمارے کی تاریخ طباعت نومبر ۱۹۳۵ء بنتی ہے اور مولانا تھانوی کے نام کے ساتھ ''مدظلہم'' لکھا ہے۔ اسی شمارہ میں لکھا ہے کہ اس کتاب کی جلد سوم جمادی الاول ۱۳۴۴ھ جلد دوم ''الہادی'' میں شائع ہونی شروع ہوگی۔ اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ کتاب تھانوی صاحب کی زندگی میں شائع ہو چکی تھی۔

(ماہنامہ نعت، تحقیق و سرقہ نمبر، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص ۱۲۹)

غالبًا یہی وجہ ہے کہ ۱۹۳۲ء میں کسی نے مرزا کے متعلق سخت الفاظ استعمال کئے تو تھانوی صاحب نے اس کا برا مانا اور مرزا کا دفاع کیا۔

عبدالماجد دریابادی عینی شاہد ہیں کہ تھانوی نے کہا کہ:

''یہ زیادتی ہے ۔توحید میں ہمارا اور ان کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی صرف ایک باب میں یعنی عقیدۂ ختم رسالت میں۔''

(مطرقۃ الحدید از مولوی محمد یحییٰ گوندلوی غیر مقلد،ص ۵۵،۵۶، بحوالہ سچی باتیں،ص ۲۱۳)

مولانا دریابادی چونکہ محمد علی لاہوری مرزائی کی تفسیر سے فیض یاب ہوئے اس لیے وہ خود بھی ان قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی ان کے اس نرم گوشے کو ''خطائے اجتہادی'' کا نام دیتے تھے۔ (معاذ اللہ)

(جماعت اسلامی پاکستان کا ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' شمارہ فروی ۱۹۹۶ء،ص ۸۴)

یہ سلسلہ یہیں نہیں رکتا بلکہ ۳۰؍جون ۱۹۷۴ء کو جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے قرارداد پیش کی تھی تو دو عدد دیوبندی مولویوں نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک مولوی غلام غوث ہزاروی اور دوسرے مولوی عبدالحلیم (صوبہ سرحد)۔

یونہی مولانا کوثر نیازی نے ہفت روزہ ''شہاب'' لاہور ۳۰؍اپریل ۱۹۷۰ء اور ۲۱؍مئی ۱۹۷۰ء کے شماروں میں انکشافات کئے ہیں کہ مولوی احتشام الحق تھانوی تو احمدیوں کا نکاح پڑھواتے رہے ہیں۔ یہ تو خیر گزری کہ انور شاہ کشمیری اور عطاء اللہ شاہ بخاری نے ختم نبوت کے سلسلہ میں مثبت کام کیا ورنہ ان کے لوگوں نے کفر قادیانی کو بھی ایک فروعی مسئلہ سمجھا ہوا تھا کہ مرزا کی تکفیر نہ کرنے والے اہل علم کو یہ لوگ مسلمان قرار دیتے تھے۔ مگر ''حسام الحرمین'' کے فتویٰ کی عظمت کو سلام ہے کہ:

''جس نے مرزا کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔''

امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں رسالہ ''باب العقائد والکلام'' لکھا جو ''فتاویٰ رضویہ'' جلد اول میں موجود ہے۔ اس میں مرزائیوں پر سخت ردّ فرمایا گیا۔ پھر ۱۳۴۰ھ/

۱۹۲۱ء میں ''الجراز الدیانی علی مرتد قادیانی ''لکھی۔ اہل سنت کے اکابر نے بعد میں بھی ان گنت کتابیں مرزا قادیانی کے رد میں لکھیں۔ ان میں پروفیسر محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی ''قادیانی مذہب''۔ مولانا محمد عالم آسی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الکاویۃ علی الغاویۃ ''۔ مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مقیاس نبوت'' اور مولانا مہر الدین جماعتی علیہ الرحمہ کی ''حیات عیسیٰ'' بڑی مقبول ہوئیں۔ مولوی یوسف لدھیانوی دیوبندی اور مولوی عبد الغفور اثری غیر مقلد کی جماعتیں ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں اور نہ ہی ان حقائق کا یہ لوگ سامنا کر سکتے ہیں، انہیں کیا پتا کہ ''حسام الحرمین '' کا فتویٰ کتنا قطعی اور کتنا وزنی ہے۔

اہل سنت کا فتویٰ کس قدر قطعی اور یقینی ہے یہ روز روشن کی طرح واضح ہے مگر دوسروں کے یہاں تضاد فتویٰ اور کمزوری فیصلہ کا حال اوپر بیان ہو چکا۔ فی زمانہ اس مسئلہ میں مخالفین بھی اہل سنت کے فتویٰ پر آچکے ہیں۔

مگر پھر بھی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ پر الزام تراشی کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

ایک الزام یہ لگایا کہ:

''مولانا احمد رضا خاں کے استاذ مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مرزا قادیانی کے بھائی ہیں۔''

(خالد محمود دیوبندی کی کتاب مطالعہ بریلویت جلد ا ص ۵۰، ۱۹۵۔ غیر مقلدین کے امام العصر احسان الٰہی ظہیر کی کتاب ''البریلویہ'' ص ۴۱)

حالانکہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے استاذ مکرم مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (پ ۱۸۲۷ء، ف ۱۹۱۷ء) ولد حکیم مرزا حسن جان بیگ لکھنوی فاروقی النسب ہیں جو مدرسہ ''مصباح التہذیب'' کے پہلے مہتمم تھے۔ جب کہ مرزا قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر (پ ۱۸۲۸ء، ف ۱۸۸۳ء) ولد مرزا غلام مرتضیٰ قادیانی ''مغل برلاس'' تھا، جو دینا نگر ضلع گورداس پور کا معزول تھانیدار تھا۔

مرزا قادیانی کا بھائی جب مراتب تک تو خود مرزا قادیانی بھی اہل حدیث اور دیوبندی علماء کی آنکھ کا تارا تھا۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی اس کے نکاح خواں بننے کی سعادت حاصل کر رہے تھے اور دیوبندیوں کے شیخ المشائخ رشید احمد گنگوہی اسے ''مرد صالح'' کا تحفہ دے رہے تھے۔ اس کے برعکس امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تو اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے بھی واقف نہ تھا۔

ایک الزام یہ لگایا کہ مولانا احمد رضا خاں نے کسی قادیانی کی شان میں کہا ہے کہ۔ ع

''زاہد مسجد احمدی پر درود''

(دھاکہ، ص ۵۳، مطالعہ بریلویت جلد ا، ص ۳۱۶)

حالانکہ (امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان) ''حدائق بخشش'' میں نعتیہ ''لاکھوں سلام'' موجود ہے، یہ شعر حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھا گیا ہے۔ سیاق وسباق بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی دشمنی میں آکر دیوبندیوں کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''قادیانی'' قرار دینا تاریخ کا ایک بدترین ظلم ہیں۔

(حسام الحرمین کے سوسال، ص ۳ تا ۱۱)

☆

عفت و پاکدامنی اور پردہ۔عورت کی فطری ضرورت

از۔مولانا محمد قمر انجم قادری فیضی، ایڈیٹر مجلّہ جام میر، بلگرام شریف

اس دنیا کی معاشرتی زندگی میں مرد اور عورت ایک دوسرے کا زوج ہیں، ایک دوسرے کا لباس ہیں، ایک دوسرے کی آنکھوں کی نیند ہیں، دونوں ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں، دونوں میں چولی دامن کا رشتہ ہے، دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں۔اس ناطے نہ مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے اور نہ عورت کو مرد پر۔مگر اس کے علاوہ بقیہ تمام معاملات میں عمومی طور پر مرد کو عورت پر حاکم بنایا گیا ہے۔

آیئے اب دیکھتے ہیں کہ جب خاندان یا گھر کی معاشی ذمہ داری کا بوجھ جب مرد کے بجائے عورت کے کاندھوں پر آتا ہے یا جو خواتین خاندان یا گھر کے معاشی یا اقتصادی حالات کو بہتر بنانے کے لئے مردوں کے ساتھ ساتھ خود بھی معاشی اور اقتصادی میدان میں کود پڑتی ہیں، اس وقت مرد اور عورت کو قرآن کریم نے کیا ہدایات عطا فرمائی ہیں اور ان کے لیے کیا اصول مرتب کئے ہیں۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔

ترجمہ۔اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

(سورہ الاحزاب آیت 33)

قرآن حکیم کا عورتوں کے کے لئے پہلا حکم یہ ہے کہ حتی الامکان اپنے گھروں میں رہیں، اگر حالات گھروں میں رہنے کی اجازت نہیں دیتے تب گھر سے باہر نکلتے وقت دور جاہلیت کی طرح اپنے حسن و جمال اور اپنی آرائش و زیبائش کی نمائش نہ کریں نیز ایسی جگہ نہ رکیں کہ جہاں اجنبی مردوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہو اور نہ ہی مردوں کے سامنے بے حیائی کے ساتھ بے حجابانہ اپنے سراپا کی نمائش کرتے ہوئے نکلیں۔

اس آیت کریمہ میں ”قرن فی بیوتکن“ کے کلمات آئے ہیں، یعنی اپنے گھروں میں قرار و سکون سے رہو۔اس کی تفسیر میں ابن کثیر نے لکھا ’’[وقرن فی بیوتکن]ای الزمن بیوتکن فلا تکرجن لغیر حاجة ‘‘یعنی اے عورتوں تم اپنے گھروں کو لازم پکڑو اور بے ضرورت گھروں سے باہر نہ نکلو۔

قرن ”قرار“ سے مشتق ہے۔مفردات القرآن حصہ دوم میں راغب نے لکھا ہے کہ ”قرفی مکانه یقر قراراً“ کے معنی کسی مقام پر جم کے ٹھہرنا، قرار پکڑنا، ثابت رہنا۔اصل میں یہ ”قُرٌّ“ سے ہے جس کے معنی سردی اور سردی زدہ ہونے کے ہیں۔اس اعتبار سے اب مطلب یہ ہوگا کہ جو سکون چاہتی ہو تو اپنے گھروں میں رہو۔ چونکہ سردیوں میں ہر چیز ساکن ہو جاتی ہے، جم جاتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے گھروں میں جم کے رہو، عورتیں گھروں میں جم کے اس لئے رہیں تا کہ ان سے گھر والوں کو دلی سکون و قرار اور طمانیت حاصل ہو۔

آیت کریمہ کے اس چھوٹے سے حصے پر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ قرآن پاک عورتوں کو گھر میں جم کے رہنے کے لئے کیوں کہہ رہا ہے، دوپہر کا وقت ہے۔تیزی سے لُو چل رہی ہے سورج اپنی تمازت کی کرنوں سے زمین کو جھلسا رہا ہے۔بچے اسکول سے اِس تلملاتی دھوپ میں گھر آتے ہیں، ماں گھر میں نہیں ہوتی ہے۔بچوں کے ذہن پر، ان کی زندگی پر، ماں کی اس غیر حاضری کے

کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ انہیں یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔

شام کا وقت ہے شوہر دن بھر کا تھکا ماندہ گھر میں داخل ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ بیوی گھر میں موجود نہیں ہے تب اس کی ذہنی کیفیت کا عالم کیا ہوگا، اس کیفیت کو وہی محسوس کر سکتے ہیں جنھوں نے یہ کڑوے گھونٹ پیئے ہیں۔ لہٰذا وہ خواتین جو اپنے گھروں میں آسودہ حال ہیں، جن پر معاشی ذمہ داریاں عائد نہیں ہیں، انہیں اپنے گھر والوں کو زیادہ وقت دینا چاہئے۔ کیونکہ بازار سے سودہ سلف لانے کے لئے خادم ہوتے ہیں، لہٰذا تفریح طبع کے لئے ہر روز گھر سے نکلنا ایسی عورتوں کو زیبا نہیں دیتا۔ اگر خدانخواستہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے باہر جانا پڑے تو اس صورت میں شوہر کو فون کر کے بتادیں یا بچوں کے لئے گھر میں ہدایت لکھ کر رکھ دیں تاکہ وہ مایوس نہ ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کسی محرم کو ساتھ لے لیں اور اپنے آپ کو پورا ڈھانپ کر جائیں۔

اب وہ خواتین جو کسی نہ کسی مجبوری کے تحت گھر سے کام کرنے پر باہر نکلنے پر مجبور ہیں، یا وہ لڑکیاں جو غیر مخلوط تعلیم دینے والے اسکول اور کالج اور یونیورسٹی میں پڑھنے یا پڑھانے کی غرض سے جاتی ہیں، ان کے ساتھ وہ عورتیں جو گھروں میں جم کے رہتی ہیں مگر کسی نہ کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلتی ہیں ان تمام خواتین کو گھر سے باہر نکلنے کے آداب سکھائے جارہے ہیں۔

سورہ ''احزاب'' کی آیت کریمہ ۳۳/ کا دوسرا حصہ ہدایات دیتا ہے۔ جب کسی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلو تو دور جاہلیت کی طرح اپنے حسن و جمال اور آرائش و زیبائش کی نمائش کرتے ہوئے راستے پر مت چلو پھرو۔

اس آیت کریمہ میں کلمہ '' تبرج ''وارد ہوا ہے اس کا اردو مفہوم ہے کہ تکلفات سے ان جسمانی محاسن کو ظاہر کرنا جن کے اظہار سے قرآن پاک روکتا ہے۔ کیونکہ ایسا تبرج یا ایسا جسمانی اظہار مرد کی شہوت کو اکساتا ہے۔ دور جاہلیت میں عورتیں راستے پر باریک اور چست لباس پہن کر نکلتیں، اس پہنے ہوئے لباس میں سے ان کا نہ صرف جسم جھلکتا بلکہ چھلکتا تھا۔ وہ جسم کے ان حصوں کو کھلا رکھتیں جنہیں دیکھ کر مرد ان کی طرف راغب ہوتے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ بناؤ سنگھار کرتیں، پھر ستم ظریفی یہ کہ اترا کر چلتیں، اور اپنی چال ڈھال سے راستہ چلنے والے نوجوانوں کو رِجھاتیں، مزید برآں دور جدید کا ماحول بھی یہی چل رہا ہے۔

قرآن حکیم کی مذکورہ آیت مقدسہ کے ذریعے دور جاہلیت کے اس طور وطریقے پر پابندی عائد کردی کہ گھر سے اس طرح نہ نکلو جس طرح دور جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھی۔

عورت گھر کی زینت ہے اور عربی زبان میں لفظ عورت کا مطلب ہی چھپا کر رکھنے کے ہیں اور انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنی قیمتی متاع کو چھپا کر رکھتا ہے نہ کہ اس کی نمائش کرتا ہے۔ اسلام عورت کے شرعی حدود میں رہ کر اس کے لیے جائز طریقے سے بننے سنورنے یا فیشن کرنے پر قدغن نہیں لگاتا، بلکہ پردے اور حدود میں یہ سب کچھ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ زیب و زینت کی جائے مگر حجاب کا خیال رکھا جائے، نامحرموں کے سامنے اس کی نمائش سے پرہیز کیا جائے، تاکہ معاشرے کے دیگر افراد کو گناہوں اور گمراہی سے بچایا جائے۔ شرم وحیا ہی تو دراصل عورت کا حقیقی زیور ہے۔ افسوس کہ ہم اسلام کی تعلیمات کو بُھلا چکے ہیں اسی وجہ سے تو ذلت و رسوائی کی طرف چلتے جارہے ہیں۔

قرآن مجید میں مرد و زن کے مابین احکامات حجاب کے

بارے میں کئی آیت کریمہ وارد ہوئی ہیں۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کے درمیان حجاب اور پردے داری کا واضح حکم فرمایا ہے۔مفہوم آیت ہے:

مسلمان مردوں کو حکم دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے، اور مسلمان عورتوں کو حکم دیجئے۔اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ظاہر ہو اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر۔

(کنز الایمان، ترجمہ سورہ النور۔آیت ۳۰)

نگاہوں کو جھکا کر رکھنے کا حکم یہ ثابت کرتا ہے کہ نامحرم مرد و زن کے مابین سب سے پہلا جو عمل بے حیائی کو فروغ دیتا ہے وہ اجنبی مرد و زن کا ایک دوسرے کو دیکھنا یا تکنا ہے۔ گویا نگاہوں کے راستے حیا کا پردہ چاک ہوتا ہے اور بے حیائی پھیلتی ہے۔

مغربی تہذیب و تمدن کی تقلید میں مگن روشن خیال افراد ہمارے معاشرے میں ان رجحانات کی تقلید کرتے نظر آتے ہیں کہ پردہ و حجاب بے معنی اور فرسودہ نظام کا حصہ ہیں جب کہ حقیقی پردہ نگاہوں کا ہوتا ہے۔ بے شک یہ بات درست ہے کیونکہ گناہ کی ترغیب سب سے پہلے آنکھ کے ذریعے سے ہی ہوتی ہے اور نگاہوں کا پردہ برقرار رکھنے کے لئے اس بات کو تسلیم کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ مرد و زن کا اختلاط، وقار سے عاری لباس، بناؤ سنگھار، اپنی آرائش و زیبائش اور خوبصورتی کا کھلے عام اظہار نگاہوں کو دعوت نظارہ پیش کرتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ رب العزت حکم فرماتا ہے کہ:

اے نبی! (کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔(سورالاحزاب/آیت ۵۴رکنز الایمان)

آیت مبارکہ میں "جلابیبھن" مذکور ہے یہ ''جلب'' سے مشتق ہے۔

ابن فارس نے لکھا ہے کہ ''جلب'' کے بنیادی معنی کسی ایسی چیز یا جگہ کے ہیں جو دوسری چیز کو ڈھانپ لے، اس معنی کے تناظر میں اس کپڑے یا لباس کو جلباب کہتے ہیں جو عورت کے زیب تن کئے ہوئے لباس، آرائش و زیبائش کو ڈھانپتا ہے۔اس کے جسم کے نشیب و فراز کو چھپاتا ہے اور ظاہر ہونے نہیں دیتا ہے۔

"المنجد" میں ''جلباب'' کے معنی قمیص یا چادر کے ہیں اس کی جمع ''جلابیب'' ہے، ''جلباب'' دوپٹے سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے جس سے سر اور سینہ بآسانی چھپایا جاسکے۔اسی بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آخری خطبے میں فرمایا تھا:

''لوگو! دورِ جاہلیت کا ہر اَمر میں اپنے قدموں تلے روندتا ہوں۔''

آج کل کی فیشن زدہ ماڈرن لڑکیوں اور عورتوں کو قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ایک عظیم الشان نصیحت ہے۔کاش وہ سمجھیں اور اس سے سیکھیں۔کالج اور یونیورسٹی جانے کے لئے، دفتر جانے کے لئے، خرید و فروخت کرنے کے لئے، بازار جانے سے قرآن کریم منع نہیں کرتا ہے مگر قرآن حکیم کہتا ہے کہ ایسا لباس زیب تن کرو جس سے تمہارے جسم کی نمائش نہ ہو، جس سے تمہارا حسن، تمہاری زینت ظاہر نہ ہو، اور تمہارے عصمت و عفت کو کوئی داغدار نہ کرسکے۔

ٹھنڈے دل سے غور کیجئے موجودہ دور میں جس طرح عورتیں بن ٹھن کر راستوں اور بازاروں پر گھومتی پھرتی ہیں کیا ان کے ملبوسات سے دور جاہلیت کی نشاندہی نہیں ہوتی۔

اس آیت مبارکہ میں ''جلباب'' اوڑھنے یا پہننے کی غرض و غایت بھی بتادی کہ عورت پہچانی نہ جاسکے۔

عربوں میں جلباب اوڑھنے یا پہننے کی رسم کہاں سے آئی؟ یہ بازنطی تہذیب کی صدائے بازگشت تھی۔ اس قدیم تہذیب میں پردہ نیک اور بدعورت میں تمیز کرتا ہے۔ پردہ کی وجہ سے مرد جان لیتا ہے کہ کون سی عورت نیک ہے اور کون سی عورت فاحشہ ہے۔

لہٰذا تمام خواتین سے مودبانہ گذارش ہے کہ وہ گھر سے باہر نکلیں تو اپنے پورے سراپا، سر اور سینہ ضرور ڈھانپ لیں، صرف برائے نام نہیں بلکہ مکمل طور سے۔ اس زمانہ پُرفتن میں تو پورا چہرہ بھی ڈھانکنا بھی اشد ضروری ہے تاکہ فتنوں سے خواتین محفوظ رہیں۔ کیونکہ جو چیز ظاہر کرنے کی نہیں بلا وجہ اس کا اظہار کیوں کریں۔ آج کل ایک فیشن بن گیا ہے کہ مختصر دوپٹہ شانوں پر ڈال لیا جاتا ہے۔ جس سے بآسانی نہ سر ڈھکتا ہے اور نہ ہی سینہ چھپتا ہے۔ ایک فیشن اب یہ بھی ہوتا جارہا ہے جو پردے اور نقاب ہماری خواتین پہن رہی ہیں وہ نہایت چست اور فیشن والے ہوتے ہیں۔ اسلامی پردے کا جو مقصد تھا وہ آج کل کے ان نقاب و پردوں سے پورا نہیں ہوتا۔ اسلامی پردے کا مقصد تو یہ ہے کہ خواتین کے اعضا اور نشیب وفراز دور و نزدیک سے دیکھنے والوں کو محسوس نہ ہوں۔ اس لیے اسلامی پردے میں ڈھیلا ڈھالا ہونا یہ اس پردے کا حقیقی جز ہے جو آج کل کے پردوں میں مفقود ہے۔ پھر ستم یہ کہ ایسے فیشن اور ایسے تراش و خراش کے پردے چل رہے ہیں کہ جو خود ہی دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ پردہ اس لیے تھا کہ لوگوں کی نگاہیں کچھ نہ دکھائی دینے کی وجہ سے خواتین کی طرف نہ اٹھیں۔ مگر یہاں تو اب معاملہ ہی برعکس ہوگیا۔

اسلامی پردہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس سے خواتین کی شرافت وکرامت کا پتہ چلتا ہے اس کے برخلاف بے پردہ اور کھلے کپڑے پہننے والی عورتوں کو معاشرے میں شریف نہیں سمجھا جاتا اور لوگ انہیں تقدس مآب نہیں سمجھتے اور نہ ہی ان کی عزت ووقعت لوگوں کی نگاہوں میں جمتی ہے۔

آج کل یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ جہاں اذان کی آواز کانوں میں پڑتی ہے وہاں دوپٹے کا ایک سرا فوراً سر پر رکھ لیا جاتا ہے اور اذان ختم ہوتے ہی وہی دوپٹہ سرک کر پھر دوبارہ شانوں پر آجاتا ہے۔ اگرچہ اس سے ان کے دل میں جاگزیں اذان کے احترام کا پتہ چلتا ہے مگر کیا اذان ہی کے لیے سر اور بال چھپانے کا شریعت نے حکم دیا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ ہر وقت گھر میں بھی سر اور سینہ دوپٹے سے ڈھکا رہے۔ سر اور سینہ گھر میں بھی کھلا رکھنا ایک ناشائستہ حرکت ہے۔ اس سے گریز کرنا لازمی ہے۔ اسی طرح باریک ومہین دوپٹہ استعمال کرنے کے بجائے ایسی چادر استعمال کرنی چاہئے جو ہمہ وقت سر کو ڈھانکے رکھے اور جسم کے نمایاں حصے کو چھپائے رکھے، قرآن مجید یہی کہتا ہے۔ یہی اس کی ہدایت ہے۔ اس ہدایت پر عمل کرنا ہر مسلم مرد وعورت کا فرض اولین ہے۔

نیم عریاں، چست لباس اور ایسا پتلا لباس جس کے پہننے سے پہننے والا ننگا دکھائی دے، اس کی سختی سے قرآن وحدیث میں ممانعت کی گئی ہے۔ غیر محرم مردوں کے ساتھ آرائش وزیبائش کی نمائش کرنے سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے۔ پہنے ہوئے لباس، زینت آسائش اور آرائش وزیبائش کو جلباب کے ذریعے چھپانا فرض اولین ہے۔ مہین وباریک دوپٹے اور چادر کا استعمال ممنوع ہے۔ سر کو دوپٹے سے ڈھانکنے کی غرض وغایت بہترین اور بدترین عورت میں تمیز کے سوا کچھ نہیں ہے۔

بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو!

از۔مولانا محمد فداء المصطفیٰ گیاوی

ہر مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ علمائے حق اور صلحائے امت سے محبت رکھے، ان کی محفلوں میں بیٹھتا رہے، جو کچھ نہ جانتا ہو وہ ان سے پوچھتا رہے، ان کے نصائح سے بہرہ مند ہوتا رہے، برے کاموں سے گریزاں رہے اور شیطان کو اپنا دشمن سمجھے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

''إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا''.

ترجمہ۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔

(سورۃ فاطر، آیت:٦، اردو ترجمہ کنزالایمان)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے اس سے دشمنی رکھو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی پیروی نہ کرو اور صدق دل سے ہمیشہ اپنے عقائد و اعمال کا اس سے تحفظ کرو۔ جب تم کوئی کام کرو تو اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ بسا اوقات اعمال میں ریا داخل ہو جاتا ہے اور برائیاں اچھی نظر آتی ہیں، یہ سب شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا اس کے خلاف اللہ سے مدد طلب کرتے رہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا:

یہ اس کا راستہ ہے۔

پھر آپ نے اس لکیر کے دائیں بائیں کچھ اور لکیریں کھینچیں اور فرمایا:

یہ شیطان کے راستے ہیں جن کے لیے وہ لوگوں کو بلاتا رہتا ہے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

''إِنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے شیطان کے کثیر راستوں کو بیان فرمایا تاکہ ہم اس کے فریب میں نہ آئیں۔ (رواہ بخاری)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک زاہد کو شیطان نے راہ راست سے ہٹانے کے لیے یہ چال چلی کہ ایک لڑکی کو پیٹ کی بیماری میں مبتلا کر دیا اور اس کے گھر والوں کے دلوں میں خیال ڈال دیا کہ اس بیماری کا علاج زاہد کے سوا کہیں بھی ممکن نہیں چنانچہ وہ لوگ زاہد کے پاس آئے مگر اس نے لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا لیکن ان کی بار بار گزارشات پر اس کا دل پسیج گیا اور اس نے لڑکی کو علاج کے لیے اپنے پاس ٹھہرا لیا، جب بھی وہ لڑکی زاہد کے پاس جاتی شیطان اسے انتہائی خوشنما انداز میں پیش کرتا یہاں تک کہ زاہد کے قدم ڈگمگا گئے اور اس نے لڑکی سے مباشرت کی جس سے لڑکی کو حمل رہ گیا۔ اب شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ یہ تو بہت بری بات ہوئی، میرے زہد و اتقاء پر حرف آ گیا لہٰذا اسے قتل کر کے دفن کر دینا چاہیے، جب اس کے گھر والے پوچھنے کو آئیں گے تو کہہ دوں گا وہ مرگئی ہے چنانچہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر زاہد نے اس لڑکی کو قتل کر کے دفن کر دیا، ادھر لڑکی کے گھر والوں کے دلوں میں شیطان نے یہ خیال ڈال دیا کہ اسے زاہد نے قتل کر کے دفن کر دیا ہے لہٰذا وہ زاہد کے پاس آئے اور لڑکی

کے متعلق پوچھ گچھ کی، زاہد نے کہا وہ مرگئی ہے لیکن ان لوگوں نے اپنے وسوسے کے مطابق زاہد پر سختی کی اور اس سے اقرار کرالیا کہ اس نے لڑکی کو قتل کیا ہے۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا اور قصاص میں قتل کرنے لگے۔ تب شیطان ظاہر ہوا اور زاہد سے بولا میں نے اسے پیٹ کی بیماری میں مبتلا کیا تھا اور میں نے ہی اس کے گھر والوں کے دلوں میں تیرے جرم کا خیال ڈالا تھا، اب تو میرا کہنا مان لے میں تجھے بچا لوں گا۔ زاہد نے پوچھا کیا کروں؟ شیطان بولا مجھے دو سجدے کرلے۔ چنانچہ زاہد نے جان بچانے کے لیے شیطان کو سجدہ کرلیا۔ اب شیطان یہ کہتا ہوا وہاں سے چل دیا کہ میں تیرے اس فعل سے بری ہوں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ:

''إذ قال للإنسان أكفر فلما كفر قال إني برئ منک''۔

ترجمہ۔ شیطان کی طرح جس نے انسان سے کہا کفر کر جب اس نے کفر کیا تو شیطان نے کہا میں تجھ سے بری ہوں۔

ایک مرتبہ کی بات ہے کہ شیطان نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تیرا اس ذات کے متعلق کیا خیال ہے جس نے مجھے جیسے چاہا پیدا کیا اور جو چاہا مجھ سے کرایا، اس کے بعد وہ مجھے چاہے تو جنت میں بھیج دے اور چاہے تو جہنم میں بھیج دے۔ کیا ایسا کرنے والا عادل ہے یا ظالم؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ توقف کے بعد جواب دیا:

''اے شخص! اگر اس نے تجھے تیری منشا کے مطابق پیدا کیا تو واقعی تو مظلوم ہے اور اگر اس نے تجھے اپنے ارادۂ قدرت کے تحت پیدا کیا تو پھر اس کی مرضی ہے جو کرے۔''

شیطان شرم سے پانی پانی ہوگیا اور کہنے لگا یہ سوال کر کے میں نے ستر ہزار عابدوں کو ضلالت وگمراہی کے غار میں دھکیل دیا ہے۔

انسانی قلب ایک قلعہ ہے: انسانی قلب کی مثال ایک قلعہ جیسی ہے اور شیطان ایک دشمن ہے جو قلعہ پر حملہ کر کے اس پر قبضہ جمانا چاہتا ہے۔ قلعہ کی حفاظت دروازوں کو بند کئے بغیر اور تمام راستوں اور درختوں کی نگرانی کے بغیر ممکن ہے اور یہ فریضہ وہی سرانجام دے سکتا ہے جو ان راستوں سے اچھی طرح واقف ہو۔ لہٰذا دل کو شیطانی وساوس کی آماجگاہ بننے سے محفوظ رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہی نہیں بلکہ ایک فرض عین ہے۔ چونکہ شیطان کے وسوسوں کا مقابلہ اس وقت تک ناممکن ہے، جب تک اس کی تمام گزرگاہوں سے واقفیت نہ ہو۔ لہٰذا ان گزرگاہوں سے واقفیت اولین ضرورت ہے اور یہ گزرگاہیں انسان ہی کی پیدا کردہ ہوتی ہیں جیسے غصہ اور شہوت کیونکہ غصہ عقل کو ختم کر دیتا ہے لہٰذا جب عقل ماند پڑ جاتی ہے تو شیطانی لشکر انسان پر زبردست حملہ کر دیتا ہے، جونہی انسان غضبناک ہوتا ہے، شیطان اس سے ایسے کھیلتا ہے جیسے بچے مٹی سے کھیلتے ہے۔ ایک بندۂ خدا نے شیطان سے پوچھا یہ بتا تو انسان پر کیسے قابو پالیتا ہے؟ شیطان نے کہا میں اسے غصہ اور اس کی شہوت کے وقت زیر کرتا ہوں۔

شیطان کے راستوں میں ایک راستہ حرص اور حسد کا بھی ہے کیونکہ حرص انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے لہٰذا شیطان اس فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے تمام برائیوں کو حرص کے سامنے حسین انداز میں پیش کرتا ہے اور وہ انسان اسے خوبیاں سمجھ کر قبول کرتا چلا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم خداوندی پہلے ہر جنس کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کیا اور خود بھی سوار

ہوئے تو آپ نے ایک اجنبی بوڑھے کو دیکھ کر پوچھا تمہیں کس نے کشتی میں سوار کیا ہے؟ اس نے کہا میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کے دلوں پر قبضہ کرلوں، اس وقت ان کے دل میرے ساتھ اور بدن آپ کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! اے ملعون! نکل جا!

ابلیس بولا اے نوح! پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے میں لوگوں کو گمراہی میں ڈالتا ہوں، تین تمہیں بتلاؤں گا اور دو نہیں بتلاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا کہ آپ کہیں کہ مجھے تین سے آگاہی کی ضرورت نہیں تو مجھے صرف وہی دو بتلا دے۔ شیطان بولا وہ دو ایسی ہیں جو مجھے کبھی جھوٹا نہیں کرتیں اور نہ ہی کبھی ناکام لوٹاتی ہیں اور انہیں سے میں لوگوں کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک حسد ہے اور دوسری حرص ہے، اسی حسد کی وجہ سے تو میں راندۂ درگاہ اور ملعون ہوا ہوں اور (نادانستہ طور پر بنا عزم کے) حرص کے باعث آدم علیہ السلام کو ممنوعہ چیز کی خواہش پیدا ہوئی اور میری آرزو پوری ہوگئی۔

شیطان کا ایک راستہ انسان کا پیٹ بھرا ہونا ہے اگرچہ وہ رزق حلال سے ہی بھرا گیا ہو کیونکہ پیٹ کا بھر جانا شہوتوں پر برانگیختہ کرتا ہے اور شیطان کا یہی ہتھیار ہے۔ پیٹ بھر کھانا بھی انسان کو شیطان کے پھندے میں پھنساتا ہے۔ روایت ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ شیطان کو دیکھا کہ وہ بہت سے پھندے اٹھائے ہوئے تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہیں؟ شیطان نے جواب دیا یہ وہ پھندے ہیں جن سے میں انسان کو پھانستا ہوں۔ آپ نے پوچھا کبھی مجھ پر بھی تو نے پھندا ڈالا ہے؟ شیطان نے کہا، آپ جب بھی سیر ہو کر کھا لیتے ہیں تو میں آپ کو ذکر و نماز سے سست کر دیتا ہوں۔ آپ نے پوچھا اور کچھ؟ کہا بس اتنا ہی۔ تب آپ نے قسم کھائی کہ میں آئندہ کبھی سیر ہو کر نہیں کھاؤں گا، شیطان نے بھی جواباً قسم کھائی، میں بھی آئندہ کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

شیطان کا ایک راستہ مال و متاع اور دنیا پر فریفتگی ہے کیونکہ شیطان جب انسان کا دل ان چیزوں کی طرف مائل دیکھتا ہے تو انہیں اور زیادہ حسین انداز میں ان کے سامنے پیش کرتا ہے اور انسان کو ہمیشہ مکانات کی تعمیر، سقف و در و بام کی آرائش و زیبائش میں الجھائے رکھتا ہے اور اسے خوبصورت لباس، اچھی اچھی سواریوں اور طویل عمر کی جھوٹی امیدوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور جب کوئی انسان اس منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی راہ خدا پر واپسی دشوار اور پھر مشکل ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایک امید کے بعد دوسری امید بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا وقت مقرر آ جاتا ہے اور وہ اسی شیطانی راستے پر گامزن رہتے اور خواہشات کی تکمیل کرتے ہوئے اس ناپائیدار دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

شیطان کے وبال کے راستوں میں ایک راستہ لوگوں سے امیدیں رکھنا ہے۔ حضرت صفوان بن سلیم فرماتے ہیں کہ شیطان جناب عبداللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں، اسے یاد رکھنا انہوں نے کہا مجھے تیری کسی پند و نصیحت کی ضرورت نہیں ہے۔ شیطان نے کہا تم سنو تو سہی۔ اگر اچھی بات ہو تو یاد رکھنا ورنہ چھوڑ دینا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی انسان سے اپنی آرزوؤں کا سوال نہ کرنا اور یہ دیکھنا کہ غصہ میں تمہاری کیا حالت ہوتی ہے کیونکہ میں غصہ کی حالت میں ہی انسان پر قابو پاتا ہوں۔

شیطان کا ایک راستہ ثابت قدمی کا انسان میں فقدان اور جلد بازی کی طرف اس کا میلان ہے۔فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''جلد بازی شیطانی فعل ہے اور عمل و بردباری اللہ رب العزت کا عطیہ ہے۔جلد بازی میں انسان کو شیطان ایسے طریقے سے برائی پر مائل کرتا ہے کہ انسان محسوس ہی نہیں کرتا۔''

روایت ہے کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو شیطان کے تمام شاگرد اس کے یہاں جمع ہوئے اور کہنے لگے آج تمام بت سرنگوں ہوگئے ہیں۔شیطان نے کہا کہ کوئی عظیم حادثہ رونما ہوا ہے،تم یہیں ٹھہرو۔میں معلوم کرتا ہوں چنانچہ اس نے مشرق ومغرب کا چکر لگایا مگر کچھ بھی پتا نہ چلا یہاں تک کہ وہ حضرت عیسی علیہ سلام کی جائے ولادت پر پہنچا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ملائکہ حضرت عیسی السلام کو گھیرے ہوئے ہیں،وہ واپس اپنے شاگردوں کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ گذشتہ شب ایک نبی کی ولادت ہوئی ہے، میں ہر بچہ کی ولادت کے وقت موجود ہوتا ہوں مگر مجھے ان کی پیدائش کا قطعی علم نہیں ہوا۔لہٰذا اس رات کے بعد بتوں کی عبادت ختم ہو جائیگی۔اور پھر وہ پہاڑ میں منھ چھپا کر رونے لگا۔پھر اس نے کہا کہ اب انسان پر جلد بازی اور لا پروائی کے وقت حملہ کرو اور ان ہتھیاروں سے کام لو۔

ایک راستہ زر اور زمین کا ہے کیونکہ جو چیز انسان کی حاجت سے زائد ہو وہ شیطان کا مسکن بن جاتی ہے۔حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو شیطان نے اپنے شاگردوں سے کہا آج کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے جاؤ دیکھو تو کیا ماجرا ہے؟ وہ سب تلاش میں نکلے مگر ناکام لوٹ کر کہنے لگے ہمیں تو کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔ شیطان نے کہا تم ٹھہرو میں ابھی تمہیں آ کر بتاتا ہوں،شیطان نے واپس آ کر بتلایا کہ اللہ تعالی نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔(ان کے اوپر وحی اترنے لگی ہے اور ان کی دعوت پر لوگ لبیک کہہ کر ایمان وتوحید قبول کررہے ہیں) چنانچہ شیطان نے اپنے تمام شاگروں چیلوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیچھے لگایا کہ ان لوگوں کو گمراہ کریں مگر واپس جا کر کہتے ہیں اے استاذ! ہم نے آج تک ایسی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا، جب یہ نماز شروع کرتے ہیں تو ہمارا سب کیا دھرا خاک میں مل جاتا ہے۔تب شیطان نے کہا گھبراؤ نہیں ابھی کچھ اور انتظار کرو عنقریب ان پر دنیا ارزاں وفراواں ہو جائے گی اور اس وقت ہمیں اپنی امیدیں پورا کرنے کا خوب موقع مل جائے گا۔

روایت ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک دن پتھر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے،شیطان کا وہاں سے گزر ہوا،اس نے کہا اے عیسٰی (علیہ السلام) تم نے دنیا کو مرغوب سمجھا ہے؟ عیسٰی علیہ السلام نے اسے پکڑ لیا اور اس کی گدی میں مکّا رسید کر کے فرمایا یہ لے جا،یہ تیرے لئے دنیا ہے۔

شیطان کا ایک راستہ ریاست اور فقر و فاقہ کا ڈر اور بخیلی بھی ہے کیونکہ یہ چیزیں انسان کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے روکتی ہیں اور اسے مال و دولت جمع کرنے اور عذاب الیم کی دعوت دیتی ہیں۔بخیلی کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بخیل مال و دولت حاصل کرنے کے لئے بازاروں کے چکر لگاتا ہے جو کہ شیطان کی آماجگاہیں ہیں شیطان اپنی جگہوں پر گھات لگائے بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔

ایک راستہ مذہب سے نفرت، خواہشات کی پیروی، اپنے مخالفین سے بغض وحسد اور انہیں حقارت سے دیکھنا ہے اور یہ چیز پھر خواہ وہ عابد ہو یا فاسق سب کو ہلاک کر دیتی ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ شیطان نے کہا میں نے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکایا مگر انہوں نے استغفار سے مجھے شکست دے دی، تب میں انہیں ایسے گناہوں کی طرف لے گیا جن کے لئے وہ کھلی استغفار نہیں کرتے ہیں اور وہ ان کی ناجائز خواہشات ہیں۔

ملعون کی یہ بات حقیقتاً صداقت پر مبنی ہے۔ کیوں کہ عام طور پر لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ خواہشات ہی اصل میں گناہوں کی طرف راغب کرتی ہیں لہٰذا وہ اللہ سے استغفار کریں۔

ایک راستہ مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کا ہے۔ لہٰذا اس سے اور بدبختوں کی تہمتوں سے بچنا چاہئے، اگر آپ کبھی کسی ایسے انسان کو دیکھیں جو لوگوں کے عیب ڈھونڈتا ہے اور بدگمانیاں پھیلاتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ شخص خود ہی بدباطن ہے اور یہ امر اس کی بدباطنی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیطان کے داخلے کے ان تمام راستوں کو مسدود کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنے دل کو ایک محفوظ قلعہ بنا لے۔

شیطانی راستوں اور شیطانی کارگر ہتھکنڈوں میں سے ایک راستہ و ہتھکنڈہ یہ بھی ہے کہ انسان خودستائی اور خودنمائی میں مبتلا ہو کر دوسروں کو حقیر جاننے لگتا ہے۔ وہ اپنے ہی کاموں کو سب سے بہتر سمجھتا ہے۔ دوسرے کے کاموں کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یہ چیز جب انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے تو وہ ایسے کام کرنے لگتا ہے کہ جس سے دوسرے کی دل آزاری اور اہانت ہونے لگتی ہے۔ وہ اس کی لوگوں کے سامنے برائی اور بے عزتی کرنے لگتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ گناہوں کی دلدل میں پھنس کر مزید گناہ کرنے لگتا ہے اور ہلاکت وبربادی کے گہرے غار میں گر جاتا ہے۔

اسی طرح تکبر وغرور اور گھمنڈ یہ بھی شیطانی راستے ہیں جس پر چل کر وہ خلق خدا اور غرباء ومساکین کو نظر حقارت سے دیکھتا ہے، نیک کام کرنے میں اسے عار محسوس ہوتا ہے۔ انسانی رواداری اور خدمت خلق کا جذبہ اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ اس کا غرور و تکبرا سے اللہ اور اللہ والوں سے دور کر دیتا ہے۔ خیر کی توفیق اس سے دور ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہدایت کے راستہ سے بھٹک کر گناہوں اور گمرہی کے راستہ پر چل پڑتا ہے۔

شیطانی راستوں میں سے ایک راستہ اللہ والوں سے دشمنی وعداوت رکھنا اور بدعقیدگی کو گلے سے لگانا ہے۔ جب شیطان کسی کو اپنے راستہ پر ڈالنا چاہتا ہے تو انہیں اللہ والوں کا دشمن بنا دیتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ والوں کی شان میں گستاخیاں کرنے لگتے ہیں۔ اس کی ابتداء اولاً ہلکے انداز میں ہوتی ہے اور پھر یہ گستاخی اور بے ادبی آہستہ آہستہ اسے ایسا گستاخ اور بے ادب بنا ڈالتی ہے کہ وہ پھر انبیاء و رسل بلکہ اللہ رب العزت کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کر کے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں جیسے قاسم نانوتوی، اشرفعلی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہم کا حال ہوا۔ پھر شیطان ایسے لوگوں کو دوسرے لوگوں کے سامنے اچھا بنا کر پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ ان گستاخوں کو ان کی گستاخیوں پر مطلع ہونے کے باوجود انہیں راہ حق پر سمجھتے ہوئے ان کو اپنا مقتدا و رہنما اور صاحب ایمان سمجھ کر خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اس طرح شیطان ان وہابیوں اور دیوبندیوں کو کفر وارتداد کی گھٹاٹوپ وادیوں میں گرا دیتا ہے۔ اللہ ہم سب کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھے اور اپنی توفیق سے نوازے۔ آمین

آہ! شہزادۂ برہان ملت نہ رہے

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، حضرت برہان ملت کے شہزادے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حامد احمد صدیقی کے انتقال پُر ملال پر لکھی گئی ایک تعزیتی تحریر

از۔محمد سلیم بریلوی

مؤرخہ ۱۷رجمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ/۲ردسمبر ۲۰۲۳ء بروز ہفتہ بموقع ۸۳رویں عرس حامدی کی تقریب پورے شباب پر تھی۔ ۱۰ر بجکر ۳۵رمنٹ پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام کا قل شریف ہو چکا تھا اور اب نعت و مناقب نیز وعظ و خطابت کا سلسلہ جاری تھا۔ ابھی منظر اسلام کے ۱۲۰رویں جشن دستار بندی کی رسم باقی تھی کہ اچانک ۱۱ربجکر ۳۳رمنٹ پر تلمیذ رشید مفتی محمد جاوید رضا جبل پوری سلمہ کا میسیج آیا جس میں یہ اندوہ ناک خبر دی گئی تھی کہ خانقاہ عالیہ رضویہ سلامیہ برہانیہ جبل پور کے فرد فرید اور حضور برہان ملت کے فرزند ارجمند مفتی اعظم مدھیہ پردیش حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حامد احمد صدیقی صاحب اس دار فانی سے ابھی بعد نماز عشا کوچ کر گئے ہیں۔ موبائل پر آئے اس میسیج کو پڑھ کر اسٹیج ہی پر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور منبر شریف پر تشریف فرما نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں صاحب مدظلہ کو یہ خبر دی۔ حضرت نے بھی یہ سن کر نہایت غم و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے ان کے لیے دعائے مغفرت خود بھی کی اور عرس حامدی میں بھی ایصال ثواب کرا کے دعائے مغفرت کرائی۔ مؤرخہ ۳ردسمبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار بعد نماز مغرب رانی تال عیدگاہ جبل پور میں آپ کی نماز جنازہ ہوئی اور پھر بعد نماز عشا آستانہ عالیہ سلامیہ برہانیہ عیدگاہ کلاں رانی تال جبل پور میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

پیدائش: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد حامد صاحب کی پیدائش یکم جون ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کے روحانی بیٹے برہان ملت حضرت علامہ عبدالباقی علیہ الرحمہ کے آپ سب سے چھوٹے شہزادے ہیں۔

تعلیم و تربیت: دینی تعلیم آپ نے اپنے والد گرامی اور اپنے جد امجد خلیفہ اعلیٰ حضرت عید الاسلام حضرت علامہ عبدالسلام جبل پوری علیہما الرحمہ سے حاصل کی۔ حکمت میں آپ نے ڈپلومہ کیا، انجمن اسلامیہ جبل پور سے میٹرک، راوٹ سن کالج سے انٹر، ساگر یونیورسٹی سے بی ایس سی آنرس اور جبل پور یونیورسٹی سے ایم اے اردو اور ایم اے۔ انگلش کیا۔

ملازمت و ترک ملازمت: پانچ سال تک ای۔ ایس۔ آئی۔ آر۔ میں ملازمت کی۔ چونکہ آپ سے دین و مذہب، مسلک و مشرب کا قدرت کو کام لینا تھا اس لیے والد گرامی حضرت برہان ملت نے آپ کو حکم دیا کہ ملازمت ترک کر کے مسلکی و مشربی فروغ میں پوری طرح لگ جائیں۔ حکم کی پابندی کرتے ہوئے آپ نے فوری طور پر ملازمت کو ترک کر دیا اور مذہبی و مسلکی اور خانقاہی کاموں نیز سلسلہ کے فروغ میں پورے طریقہ سے لگ گئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اپنے ذریعہ معاش کے لیے اپنا مطب بھی کھول لیا۔ جس میں آپ دن کے ۱۱ربجے سے دوپہر ڈیڑھ بجے تک بیٹھتے۔ آپ کے خاندانی نسخوں سے لوگوں کو خوب فائدہ ہوتا۔

بیعت و خلافت: خلیفۂ اعلیٰ حضرت، عید الاسلام حضرت علامہ عبدالسلام صاحب جبل پوری جو آپ کے دادا ہیں، ان کے ہاتھوں پر

آپ نے بیعت کی۔ جب علم وعمل سے آراستہ ہوگئے تو تاجدار اہل سنت سیدی سرکار مفتی اعظم ہند اور والد گرامی برہان ملت حضرت علامہ عبد الباقی جبل پوری علیہما الرحمہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

زیارت حرمین طیبین: آپ نے اپنی زندگی میں دو مرتبہ زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل کی۔ ایک مرتبہ تنہا اور ایک مرتبہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حرمین طیبین کی زیارت فرما کر حج وعمرہ کی سعادت حاصل فرمائی۔ اس کے علاوہ آپ نے شام، بغداد و عراق، فلسطین اور لیبیا جیسے ملکوں کا دورہ فرما کر یہاں کی زیارتوں سے مشرف ہوئے۔

نکاح: آپ کا پہلا نکاح سیدی سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو دامادوں: عالیجناب حضرت فضل الرحمٰن صاحب اور عالیجناب حضرت خلیل الرحمٰن صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ سے ہوا جو نواسہ مفتی اعظم ہند، جمال ملت حضرت مولانا جمال رضا خاں نوری بریلوی صاحب کی سگی پھوپھی ہیں اور آستانۂ اعلیٰ حضرت کے سجادہ نشین حضرت مفتی محمد احسن رضا قادری صاحب کے سسر عالیجناب محترم جاوید میاں صاحب کی بھی سگی پھوپی ہیں، ان سے ہوا۔ ان بی بی صاحبہ سے ایک فرزند عالیجناب محترم مشاہد رضا صاحب متولد ہوئے جنہیں حضرت محمود ملت نے خانقاہ شریف کے سارے انتظامی امور سپرد فرما کر ناظم اعلیٰ مقرر فرما دیا تھا۔ پہلی زوجہ محترمہ کے وصال کے بعد حضرت حامد میاں صاحب نے اپنے سگے ماموں عبدالحکیم خاں صاحب بالاگھاٹ کی بڑی شہزادی صاحبہ سے دوسرا نکاح کیا جن سے جناب محترم محمد فیضان الحق صدیقی اور جناب محمد رضوان الحق صدیقی صاحبان متولد ہوئے۔ ۲۰۱۸ء میں عید الفطر کے موقع پر عیدگاہ کے اندر ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں حضرت حامد میاں صاحب نے اپنے ان دونوں شہزادوں کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ ان تین شہزادوں کے علاوہ آپ کے یہاں دو شہزادیاں بھی متولد ہوئیں۔ جب تک آپ کے برادر اکبر حضرت محمود ملت حیات رہے تب تک آپ نے ان کی موجودگی میں کسی کو مرید نہ کیا۔ البتہ اگر حضرت محمود ملت شہر میں نہ ہوتے یا سفر حج بیت اللہ پر ہوتے یا علیل ہوتے تب آپ ان کی نیابت میں مرید فرماتے۔ عید الفطر ۲۰۱۷ء اور عرس سلامی ۲۰۱۸ء کے موقع پر حضرت محمود ملت نے آپ کو اپنے جانشین بنائے جانے کا اعلان فرما دیا تھا اس لیے محمود ملت کے وصال کے بعد علما ومشائخ اور ارباب علم ودانش نے محمود ملت کی فاتحہ سوئم کے موقع پر باتفاق رائے آپ کو مفتی اعظم مدھیہ پردیش کے منصب پر فائز کیا اور دستار بندی کی۔ جب تک آپ اس منصب پر رہے آپ نے مذہب ومسلک کے فروغ کے لیے خوب کام کیا۔ کئی بار جلوس محمدی اور اذان کے لیے مسجدوں میں ساؤنڈ کے استعمال سے متعلق ضلع انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کے سامنے نہایت جرأت مندی کے ساتھ اپنا موقف رکھا۔ آپ کسی بھی دنیوی صاحب منصب سے مرعوب نہیں ہوتے۔ نہایت ہی واضح اور بلند آواز کے ساتھ ضلع انتظامیہ کی میٹنگوں میں اپنی بات کہتے۔ چونکہ آپ دینی وعصری دونوں طرح کی اعلیٰ تعلیم سے آراستہ تھے اس لیے اپنوں کے علاوہ غیر بھی آپ کی بات نہایت آسانی کے ساتھ سمجھ لیتے۔

اللہ رب العزت حضرت حامد میاں کی مغفرت فرمائے، ان کی قبر پر انور ورحمت کی بارشیں نازل فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

آئینۂ منظر اسلام

وہ منظر اسلام جسے سرکارِ اعلیٰ حضرت نے ایک آل رسول کی فرمائش پر ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں شہرستانِ عشق ومحبت بریلی شریف کی سرزمین پر قائم فرمایا۔

وہ منظر اسلام جس کی بے مثال تعمیر وترقی اور عظمت ورفعت حضور حجۃ الاسلام کی ارفع واعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا ایک خوبصورت استعارہ ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے گلشن علم وحکمت کی لازوال تروتازگی وشادابی میں سرکار مفتیٔ اعظم ہند کا علمی وروحانی تصرف ہمہ وقت کارفرما ہے۔

وہ منظر اسلام جس کی رعنائیاں اور تابانیاں سرکار مفسر اعظم ہند کے بے مثال ایثار وقربانی اور خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

وہ منظر اسلام جس کی عالمی شہرت اور مرکزی حیثیت حضرت ریحان ملت کی قائدانہ صلاحیتوں کا ایک روشن ومنور نمونہ ہے۔

وہ منظر اسلام کہ شاہ راہ ترقی پر جس کی تیز گامی میرے والد محترم حضور صاحب سجادہ کی پرعزم، مستحکم اور مخلصانہ قیادت ونظامت کی درخشاں ودیدہ زیب تصویر ہے۔

وہ منظر اسلام جو ماضی قریب کے اکثر اکابر اہل سنت کا قبلۂ علوم وحکمت رہا ہے۔

وہ منظر اسلام جس نے قوم وملت کو ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' اور ''تحریک تحفظ عظمت اولیا'' کے بے شمار جانباز سپاہی عطا فرمائے۔

وہ منظر اسلام جو دینی وعصری علوم وفنون کے ساتھ اسلامی افکار ونظریات کی ترسیل وتبلیغ، عقائد اہل سنت کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عروج وارتقا کے لئے شب وروز سرگرم عمل ہے۔

وہ منظر اسلام جس کے فارغین کی ایک عظیم جماعت عالم سنیت کے خطہ خطہ میں مذہب ومسلک کی بے لوث خدمت کرنے میں مصروف کار ہے۔

وہ منظر اسلام جو اپنے تابناک ماضی کی ضیا بار کرنوں کی روشنی میں اپنے روشن ومنور مستقبل کے خطوط متعین کر کے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

ہاں! یہی منظر اسلام آج آپ کے جذبۂ ایثار وتعاون کو آواز دے رہا ہے۔ آئیے! اور اس کے عروج وارتقا کے لئے دل کھول کر حصہ لیجئے تا کہ اعلیٰ حضرت کے اس عظیم ادارے کا یہ علمی وروحانی قافلہ یوں ہی اپنے سفر کی منزلیں طے کرتا رہے۔

فقیر قادری محمد احسن رضا

سجادہ نشین درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

United
PRINTERS BAREILLY
(M) 9319623803, 9548639384

Monthly "Aala Hazrat" Urdu Magazine
84, Saudagran Street, Bareilly 243003-(U.P.)
Ph.: 2555624, 2575683-(Office)
Fax : 2574627 (0091-581)

R.N.P. NO. 6802/60 N.I.C.
POSTEL REGD. NO. U.P BR-175/2024-25
PUBLISHING DATE : 14th
POSTING DATE : 18th] EVRY ADVANCE MONTH
PAGES : 84 PAGE WITH COVER WEIGHT : 100 GRM

₹ 35/-
Editor : Mohammad Subhan Raza Khan (Subhani Mian)
Jan. & Feb. 2024

دعوت خیر

طالبان علوم نبویہ کے قیام وطعام، منظر اسلام کے تمام شعبوں کے عروج وارتقا، دارالافتا کے عمدہ واحسن انتظام، لائبریریوں کی آرائش وزیبائش، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی مسلسل اشاعت، رضا مسجد کی زیب وزینت، خانقاہ رضویہ کی تب وتاب اور عرس رضوی کے وسیع انتظامات میں دل کھول کر حصہ لیں۔

Printed Published & Owned by Mohammad Subhan Raza Khan "Subhani Mian" Printed at Raza Barqi Press, Moh. Saudagran Bareilly & Published at Office of Monthly Aala Hazrat 84, Saudagran Street Bareilly (U.P.)